(CALIPHATE IS THE ANSWER)

چودھری رحمت علی

www.KitaboSunnat.com

دارالسلام

نقشہ عالم پر ایک عظیم تر اسلامی مملکت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

خلافت

ہمارے جملہ مسائل کا حل

(Caliphate Is The Answer)

چودھری رحمت علی

www.KitaboSunnat.com

بلاغ

خلافت پبلیکیشنز

احمد منیر شہید روڈ اچھرہ لاہور۔ فون: ۷۹۱۶۸۰۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مضامین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہ چھوٹی سی تصنیف ایک انتہائی اہم تاریخی دستاویز ہے۔ مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک تو یہ کہ جس نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری ایک سنت کو زندہ کیا' اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے' تالیف ہذا میں دوچار نہیں ایسی درجنوں سنتوں کو اجاگر کیا گیا ہے جو وقت کے دبیز تودوں کے نیچے دب چکی تھیں۔ سنتیں بھی ایسی جن کا تعلق محض طہارت و غسل وغیرہ جیسے مسائل سے نہیں بلکہ اس نظام کے اساسی اصولوں کے متعلق ہے جسے خلافت الٰہیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے دین کے بارے میں اگر عام معاملات جیسے مسائل سے ذرا تساہل ہو جائے تو آدمی اس حد تک برے اثرات سے نہیں بچ سکتا پھر اگر اس نظام ہی کی بنیادوں کو بے معنی کر دیا جائے جن پر کہ دینِ قیم کی رفیع الشان عمارت کھڑی ہے تو نتائج کی ہولناکیاں اس سکیل پر ظاہر ہوں گی جس پر کہ وقت کے اس موڑ پر بالفعل ہیں۔ اس سے زیادہ الٹ پلٹ اور کیا ہو گا کہ دنیا کی قیادت ادیانِ باطل کے علمبرداروں اور خدا کے باغیوں کے ہاتھ میں' جب کہ امتِ مسلمہ اور خیرِ امت مغلوب و مجبور بلکہ ملعون و مغضوب ؟

آگ کا خاصہ جلانا ہے لیکن اگر وہ جلانے کی صلاحیت کھو بیٹھے تو اس کے آگ نہ ہونے میں کون سی گنجائش ؟ دینِ فطرت کے پیروکار دنیا میں غالب ہونے کی بجائے اس وقت اگر بالفعل مغلوب ہو گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ جس دین سے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چپٹے ہوئے ہیں وہ ایک سراب سے کم نہیں ورنہ "انتم الاعلون ان کنتم مومنین" کا نقشہ دنیا میں برپا ہونا چاہیئے ۔ حقیقت میں جیسے کہ کتاب کے مندرجات سے اظہر من الشمس ہے جس مذہب کو ہم دین سمجھ کر اپنائے ہوئے ہیں اس کا اس دین سے دور کا تعلق بھی نہیں جو قرآن و سنت میں موجود ہے ۔ تعلق اگر کچھ ہے بھی تو بس اتنا ہی جتنا کہ آٹے میں نمک کی آمیزش ہوتی ہے ۔

یہ تالیف حجم کے اعتبار سے جتنی ہلکی پھلکی ہے ' تحقیق و تدبیر کے لحاظ سے اتنی ہی وزنی ہے ۔ سوز و سازِ رومی اور پیچ و تابِ رازی کی کشمکش کے مصداق اسبابِ زوالِ امت کے بارے میں برسہا برس کی سوچ و بچار چند صفحات میں مقید کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ دورانِ تحقیق و تجسس ہزاروں نہیں تو سینکڑوں اہلِ علم اور اہل الرائے حضرات سے استفادہ کیا گیا ۔ تاہم یہ بات بھی مشاہدہ میں آئی کہ بگڑا ہوا ماحول اور روایت پرستی اکثر و بیشتر افرادِ امت کو متاثر و مسموم بلکہ ادھ موا کئے ہوئے ہے لہٰذا صرف اسی شنید و دلیل کو درخورِ اعتناء سمجھا گیا جسے قرآن و سنت کی کسوٹی پر کئی جتنوں سے پرکھ کر اور چھان پھٹک کر پورا اترتا پایا ۔ یہ تائیدِ ایزدی کے بغیر ممکن نہ تھا کہ کسی قسم کا اثر لئے بغیر وہی بات کی جائے جو حق ہو ۔ پھر حق کو بھی کھود باہر نکالنا کوئی آسان نہ تھا خصوصاً جب دورِ نبوت کو گذرے تقریباً چودہ صدیاں بیت گئیں اور دینِ مبین کو ملوکیتوں ' بادشاہتوں ' خاندانی وجاہتوں ' مفاد پرستوں بلکہ غلامی اور مغلوبیت جیسے ادوار سے گذرنا پڑا ۔ گوہرِ یگانہ کو برآمد کر لینا ممکن ہوا تو محض اس خوش قسمتی کی وجہ سے کہ "نوعِ انساں را پیامِ آخریں" یعنی اللہ کی آخری کتاب بغیر کسی شوشے کی تبدیلی کے من و عن صفحۂ ہستی پر موجود ہے ۔

چونکہ کتاب کے مندرجات "سبق پھر پڑھ" کے مترادف ہیں اور سبق پھر

بحمد اللہ کتاب ھذا کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہے ۔ پہلا ایڈیشن تقریباً دو سال کے عرصہ میں ہاتھوں ہاتھ اٹھا لیا گیا ۔ دو سو کاپیاں تو وزارت تعلیم ' حکومت پاکستان نے اپنی بنائی ہوئی ایکسپرٹ کمیٹی کی سفارش پر خرید لیں ۔ قومی سطح پر کتاب کو یوں پذیرائی ملنا اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افادیت کو واضح کرتا ہے۔

اس ایڈیشن میں ایک باب بعنوان "اہمیت و ضرورت" اور ایک ضمیمے کا اضافہ کیا گیا ہے۔
گزشتہ اشاعت میں ہم نے نظام خلافت کو دنیا والوں کا مقدر بنانے کے لئے آخری باب میں دی ہوئی سرخی "کرے تو کیسے" کے تحت تین متبادل تجاویز کا ذکر کیا تھا جو زیادہ تر انقلابی طریق کار کے ضمن میں ہی آتی ہیں۔ ہمارے نزدیک انتخابی یا انقلابی طریق کار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مقصد یہ ہے کہ کسی ایک خطہ زمین کی اور بالآخر پوری دنیا کی قیادت ان ہاتھوں میں آنی چاہئے جو قرآنی معیار اہلیت کے حامل ہوں۔ ایسا کرنے کی لئے کئی انتخابی طریقہ ہائے کار اور حکمت عملیاں ممکن ہیں۔ ایسی ہی ایک حکمت عملی کا خاکہ بعنوان "خلافت راشدہ کا نظام حکومت اور پاکستان" ضمیمہ میں دیا گیا ہے۔ ہم خلافت کو پاکستان تک محدود نہیں گردانتے' بلکہ پاکستان کو اس عظیم تر اسلامی مملکت کا ایک صوبہ تصور کرتے ہیں' جس کا نام ہم نے "دارالسلام" تجویز کیا ہے اور جس میں موجودہ تمام اسلامی ممالک مدغم ہوں گے۔ جس حکمت عملی کا ذکر ہم نے ضمیمہ میں کیا ہے اسے عبوری مرحلے کے طور پر پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک میں آزمایا جا سکتا ہے۔ بالآخر ایسی حکمت عملی کو دارالسلام کی سطح پر اپنانا ہوگا۔ ہم نے ایسی حکمت عملی کا خاکہ دینا اس لئے ضروری سمجھا کہ نیت ہو تو ایسی حکمتِ عملی کا ڈھونڈ نکالنا کوئی مشکل نہیں جو قران و سنت کی جملہ شرائط کو پورا کرتے ہوئے نظام خلافت کو اس دنیا کا پھر مقدر بنا دے۔ وہ انتخابی نظام جو اس وقت پاکستان سمیت کئی مسلم ممالک میں رواں دواں ہے اسلامی نقطۂ نظر سے "ام الخبائث" ہے جس سے جس قدر جلدی چھٹکارا حاصل کر لیا جائے دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

دعا ہے اللہ پاک اپنی خاص رحمت و مہربانی سے پھر وہ نظام اس دنیا کا مقدر بنا دے جس کی اس کتاب میں نشاندہی کی گئی ہے اور جس کی تفصیلات پورے خزینہ قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ وہ نظام جو محض انسانوں کی فلاح و آسودگی کا ہی ضامن نہیں' جانوروں تک کا ہمدرد و غمخوار ہے۔ اس کا اندازہ رحمتِ عالمؐ کے اس ارشاد سے کریں جو زبانِ رسالت مآبؐ سے یوں ادا ہوا " بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر اچھی حالت میں سوار ہو اور اچھی حالت میں ان کو چھوڑو"

رحمت علی
26-X-92

رحمت علی عفی اللہ عنہ

تا خلافت کی بنا دنیا میں پھر ہو استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

کائنات پر اقتدار کس کا؟

انسان کے پاس کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ کائنات پر کسی فوق الوراء ہستی کا اقتدار تسلیم کرے ۔ اس لئے کہ وہ سیارے اور کہکشائیں تو درکنار جن تک ابھی انسان کی رسائی نہیں ہوئی ' صرف ایک سیارے یعنی زمین میں موجود چیزوں کی ماہیت سے وہ اکثر و بیشتر اس قدر بے بہرہ کہ جونہی جستجو کرتے کرتے کچھ تھوڑی بہت بھنک پڑ جاتی ہے تو پھولا نہیں سماتا۔ پھر مشاہدہ ہے کہ کوئی عظیم ہستی سورج کو ہر روز مشرق سے نمودار کرتی ہے 'کیا مجال کہ سورج اس عظیم ذات کے حکم سے سر مو تجاوز کر کے کسی اور کے کہنے پر مغرب سے نمودار ہونے کی جسارت کرے ۔ اور تو اور خود انسان کے اپنے جسم میں کئی ایسے اعضاء موجود ہیں جو جسم والے کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ مانتے ہیں تو کسی فوق الوراء ہستی کی ۔ مثال کے طور پر دل اگر اس ذات کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کام کرنا بند کر دے تو پھر اور کون سی طاقت ہے کہ دل کو پھر چلنے پر مجبور کر دے ۔ قرآنِ کریم پتہ دیتا ہے کہ ایسی فوق الوراء ہستی کا نام " اللہ " ہے پھر آسمانی کتب ہی سے پتہ چلتا ہے کہ انسان بھاگ دوڑ کر کے دیکھ لے ' اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ کائنات پر فرمانروائی اور اقتدار صرف اللہ کا ہے ۔ چنانچہ استفہامیہ انداز میں فرمایا گیا:

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ . (المؤمنون: ۸۸ ـ ۸۹)

" ان سے کہو ' بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے ؟ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ کہو "پھر کہاں سے تم کو دھوکہ لگتا ہے۔"

پھر یہی نہیں کہ زمین و آسمان پر اقتدار اللہ کا ہے بلکہ ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ . لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ . (المؤمن:٦٢)

"وہی اللہ تمہارا رب۔ ہر چیز کا خالق۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کدھر بہکائے جا رہے ہو؟"

اللہ رب العزت نہ صرف حاکم اور خالق ہے بلکہ ہر اس چیز کا جو زمین و آسمان یا ان دونوں کے درمیان ہے، مالک بھی ہے۔ ارشاد ہوا:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى .لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَ مَافِي الْاَرْضِ وَ مَابَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى(طه: ٥-٦)

"وہ رحمان (کائنات کے) تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہے، مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو زمین و آسمان کے درمیان ہیں اور جو مٹی کے نیچے ہیں۔"

پھر وہ عظیم تر ہستی خالق و مالک و حاکم ہی نہیں رازق بھی ہے۔ چنانچہ اعلان ہوا:

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ (النمل: ٦٤)

"اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے؟"

پھر اس کائنات کی بساط کلیتہً اسی کی بچھائی ہوئی ہے اور ایک دن ہر کہ و مہ نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ بتایا گیا:

وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (المؤمنون: ۷۹)

"وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔"

ان آیات سے جو حقیقت اظہر من الشمس ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی ایک لمحے کائنات کی فرمانروائی سے دستبردار ہو جائے تو اسی لمحے یہ صدیوں سے رواں دواں پُر شکوہ نظام درہم برہم ہو جائے۔

فی الارض خلیفہ

جہاں تمام آسمانوں اور زمین پر اقتدار و فرمانروائی اللہ تعالیٰ کی ہے' زمین میں کاروبارِ حیات چلانے کے لئے مالکِ کائنات نے ایک علیحدہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ مشیت ایزدی یہ نہیں کہ ربِ کائنات زمین کے کسی حصہ پر خود دفتر کھول کر بیٹھ جائے اور براہ راست یہاں کے کاروبار کو چلائے بلکہ ایک مدت تک اس نے اپنے اختیارات میں سے کچھ انسان کو سونپ کر اور اسے مطلوبہ توانائیاں' صلاحیتیں اور ذرائع و وسائل دے کر اجازت دی ہے کہ وہ یہاں کا کاروبار اس عظیم ذات کی منشا کے مطابق چلائے۔ اس اسکیم کا اعلان اللہ تعالیٰ نے پہلے سے موجود ایک مخلوق یعنی فرشتوں کے سامنے یوں کیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً. (البقرة : ۳۰)

"میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"

اس اسکیم کے تحت اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر فرد اللہ تعالیٰ کا خلیفہ یا دوسرے لفظوں میں اس کے دئے ہوئے اختیارات کو ایک مدت تک استعمال کرنے پر قادر ہے۔ البتہ کاروبارِ حیات چلانے کے لئے ہر شخص اپنی اپنی خلافت کا ایک حصہ اس شخصیت میں مرتکز کرنے کا پابند ہے جسے اسلام کی زبان میں خلیفۃ المسلمین کہا جاتا ہے اور جو اس نظام کا سربراہ ہوتا ہے جس نظام کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں برپا اور رواں دواں دیکھنا چاہتا ہے۔ خلافتِ ارضی یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات کو بندوں سے استعمال کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ذیل میں ہم قرآن وسنت کی روشنی میں قدرے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں:

اختیارات ہی نہیں، وسائل و ذرائع بھی

انسان کو منصبِ خلافت پر متمکن کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اسے صرف اختیارات ہی ودیعت نہ فرمائے بلکہ خلافت کو بطریقِ احسن نبھانے کے لئے وسائل و ذرائع بھی عطا فرمائے ہیں۔ پہلے تو خود انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا گیا۔ اسے ایسی توانائیاں اور صلاحیتیں عطا کیں جو منصبی فرائض ادا کرنے کے لئے از بس ضروری تھیں۔ سب سے پہلے اسے سمجھ بوجھ دے کر فیصلہ کرنے کی اہلیت دی۔ پھر خاص اسی مخلوق کو آزادیٔ عمل کی توفیق سے نوازا یعنی ایک مقررہ مدت تک اسے کھلی چھٹی ہے کہ چاہے تو برائی کر کے کاروبارِ حیات یا نظامِ خلافت میں فساد برپا کر سکے اور چاہے تو بھلائی کا راستہ اپنا کر کاروبارِ خلافت کو سنوار سکے۔ چنانچہ فرمایا:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ. (البلد : ۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور دونوں نمایاں راستے اسے دکھا دیئے۔"

پھر بے حد و حساب وسائل اس دنیا میں رکھ کر انسان کو ان پر تصرف بخشا بلکہ ہوا، پانی، سورج، چاند وغیرہ کو انسان کے لئے سازگار ماحول مہیا کرنے اور کاروبارِ حیات میں مدد و معاون بنا دیا۔ فرمایا:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (الاعراف : ١٠)

"ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لئے یہاں سامانِ زیست فراہم کیا"

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ (الحج:٦٥)

"تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے"

پھر جیسے کہ ایک فیکٹری والا ہی اپنی فیکٹری کے تیار شدہ مال کے استعمال کی ہدایات (Meno of instructions) بہتر طور پر جانتا ہے۔ فطرت کی فیکٹری میں تیار ہونے والے اس انسان کے لئے ہدایات مہیا کرنے کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے۔ اسے "کرو اور دیکھو" (Hit and Trial) جیسی مصیبت سے بچانے کے لئے نہ صرف یہ کہ کاروبارِ خلافت کے لئے قانون سازی اپنے ذمہ لے لی (ان الحکم الا للہ) بلکہ پوری انسانی تاریخ میں ان قوانین و ہدایات کو انسانوں تک پہنچانے کا بندوبست بھی بہ کمال و تمام کیا۔ پہلا انسان یعنی حضرتِ آدم علیہ السلام خود پیغمبر تھے۔ اس کے بعد پے در پے پیغمبروں کی آمد و رفت اور کتابوں کی تنزیل کا سلسلہ جاری رکھا حتیٰ کہ ایک وقت پر جب ذرائع ابلاغ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسائلِ آمد و رفت نے پوری دنیا کو ایک گھر (One world) کی مثل کر دیا تو آخری رسول بھیج کر قرآنِ کریم کی صورت میں ہدایات کی بھی تکمیل کر دی۔ چنانچہ اعلان کیا گیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً ۔ (المائدة:٣)

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔ اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کیا ہے۔"

آخری رسول علیہ السلام کے جانے کے بعد رہتی دنیا تک رسالت و شہادت کا فرض امتِ مسلمہ کے سپرد کیا تاکہ قیامت تک آنے والا کوئی انسان' خواہ دنیا کے کتنے ہی دور دراز خطہ میں ہو' علم وحی سے ناواقف و محروم نہ رہے۔ قرآن میں آیا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً ۔ (البقرة:١٤٣)

"تو اسی طرح ہم نے تمہیں ایک "امتِ وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔"

اسی بات کو ایک اور جگہ پر یوں فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل‌عمران:١١٠)

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔"

اسی حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کے نمائندہ اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے یوں فرمایا:

بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَو آيَةً.

"پہنچاتے رہنا میری طرف سے خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔"

پھر فرمایا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

"پس جو موجود ہے وہ اس کو پہنچاتا رہے جو موجود نہیں ہے" (یعنی یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے)

اختیارات محدود

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اختیارات کسی مخلوق کو تفویض کرنا کئی خدشات کا حامل تھا۔ اسی لئے فرشتوں نے اس کی بھنک پاتے ہی خدا کے حضور یوں عرض کی:

قَالُوْآ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ (البقرة: ٣٠)

انہوں نے عرض کیا "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے اور خونریزیاں کرے" لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ جانتے تھے کہ یہ اختیارات کن حدود و قیود کے ساتھ دئے جا رہے ہیں' لہٰذا فرمایا:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ .(البقرة : ٣٠)

"میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حدود و قیود میں سے پہلی حد تو یہ کہ ایسے اختیارات ایک مقررہ مدت تک کے لئے دیئے اور انہیں " حتیٰ حین " اور " الی اجل مسمی " سے مقید کر دیا۔ دوسرے اختیارات کو خود محدود کر دیا۔ ایسا نہیں کہ انسان اس حد تک قادر ہو کہ بے جا مداخلت کر کے پوری کائنات کی سرگرمیوں اور کارکردگی کو متاثر کر دے۔ مثال کے طور پر انسان کو اس قابل تو کیا کہ وہ سورج کی روشنی اور گرمی سے استفادہ کر سکے لیکن اس پر قادر نہیں کیا کہ وہ سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع کر دے۔ پھر گو اس نے جزا و سزا کو قیامت پر مؤخر تو کیا تاکہ ہر انسان کے عرصۂ حیات مکمل ہونے پر ہی حساب کتاب کیا جائے لیکن اس دنیا میں بھی اگر کسی امت نے بحیثیتِ مجموعی فطری حدود کو پھلانگنے کی کوشش کی تو اسے اسی دنیا میں پکڑ لیا۔

پھر ان اختیارات پر جو سب سے کڑی شرط لگائی وہ یہ کہ یہ اختیارات دیئے ہی گئے آزمائش کے طور پر۔ یعنی ایسا نہیں کہ کوئی جتنا چاہے اس دنیا میں اودھم مچا کر واپس لوٹے اور اس کی کبھی گرفت نہ ہو۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی اس دنیا کو سنوارتے سنوارتے چل بسے اور اسے کبھی اس محنت کا اجر نہ ملے۔ انسان کو منصبِ خلافت پر متمکن کرتے ہی جو دوٹوک تنبیہہ کی گئی وہ یہ:

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ . وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ . (البقرة : ۳۸ ـ ۳۹)

" پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لئے کسی خوف و رنج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا موقعہ نہ ہو گا' اور جو اسے قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے' وہ آگ میں جانے والے ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
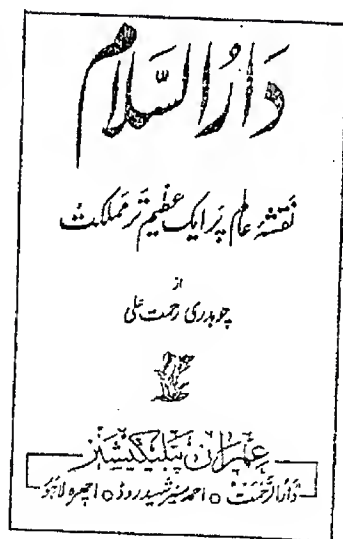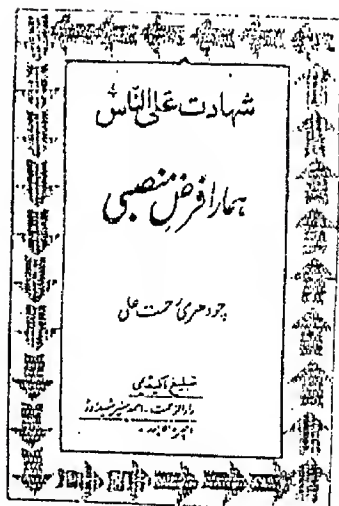
باب دوم

اہمیت و ضرورت

صدیوں کے انحطاط نے خلیفہ و خلافت کی اہمیت و ضرورت کو ذہنوں سے اس قدر اوجھل کردیا ہے کہ عام مسلمان کی بات تو درکنار کہ وہ خلافت کو ایک سنجیدہ موضوع ہی نہیں سمجھتا' علماء کرام اور فقہاء عظام کے ذہنوں میں بھی اس کا موہوم سا تصور کچھ یوں رہ گیا ہے جیسے یہ محض ایک انتظامی معاملہ ہے۔ اسے نوع بشری کی خوش قسمتی سمجھئے کہ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید آج ہمارے ہاں اپنی اصلی حالت میں موجود ہے ورنہ آج کے مسخ شدہ ماحول میں آنکھ کھولنے والا انسان خلافت کی اہمیت و ضرورت سے ساری عمر بے خبر رہتا۔ درجنوں خود مختار حکمرانوں کی موجودگی میں پوری اسلامی دنیا کے لئے ایک سربراہ کا ہونا شاید فکر و نظر سے اوجھل رہتا اگر قرآن و سنت ہماری رہنمائی کے لئے موجود نہ ہوتے۔ امکان اغلب تھا کہ "خلافت واحدہ" اور "امت واحدہ" جیسی اصطلاحات قصہ پارینہ بن جاتیں۔ ذیل میں ہم قرآن و سنت کی روشنی میں خلیفہ و خلافت کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالتے ہیں یہ واضح کرنے کے لئے کہ خلافت محض ایک انتظامی و حکومتی معاملہ ہی نہیں' ایک دینی ضرورت ہے بلکہ عین دین ہے۔ بات یہاں سے شروع کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں کس غرض کے لئے بھیجا ہے؟

مقصدِ تخلیقِ آدم

قرآن مجید میں ایک ہی مقام پر سورہ ذاریات میں انسان کو اس دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد بیان ہوا ہے اور وہ یوں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذّٰريٰت: ٥٦)

"میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

یہ طے ہونے کے بعد کہ اللہ کی عبادت ہی مقصد تخلیق آدم ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ ایک عام سطح کا آدمی تو "محض عبادت" سے شاید یہ سمجھ بیٹھے کہ اسے دنیا میں کوئی اور کام نہیں کرنا بس گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر صبح و شام تسبیح و مناجات کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنا ہے۔ ظاہر ہے اسلام جیسا آفاقی و ابدی دین انسانوں کو رہبانیت و خانقاہیت وغیرہ کا پروگرام نہیں دے سکتا۔ قرآن و سنت تو اپنے نفس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی بھلائی اور انسانیت کی خدمت کا بھی درس دیتے ہیں۔ **لا رھبانیۃ فی الاسلام۔** "محض عبادت کے لئے پیدا کئے جانے کا مفہوم" بالکل سادہ و آسان ہے اور وہ یہ کہ انسان، جس کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے چند اعضاء و جوارح کا مجموعہ ہے۔ اس کا دماغ ہے، آنکھیں، کان، ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ یہ اعضاء جب بھی کوئی حرکت کرتے ہیں تو نتیجہ کے طور پر نیکی ہو رہی ہوتی ہے یا گناہ، تیسری کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو محض عبادت کے لئے پیدا کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ سن شعور سے لے کر آخری سانس تک اس کے ہر ہر عضو کی ہر ہر حرکت نیکی کے لئے ہو، بدی کے لئے کبھی نہ ہو۔ کام اصل میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر اسے ایک طریقہ سے کیا جائے تو نیکی ہو جاتا ہے اور اگر اسے دوسرے طریقے سے کیا جائے تو گناہ بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جج ایک مقدمے کی دو تین سال سماعت کرنے کے بعد اگر پوری دیانت داری سے فیصلہ کرتا ہے تو جتنا وقت اس نے اس مقدمے کو فیصلہ تک پہنچنے میں صرف کیا ہے تمام کا تمام عبادت قرار پائے گا۔ یہاں تک کہ اگر فیصلہ سہواً حقیقت کے خلاف بھی ہو جائے تو وہ اکہرے ثواب کا پھر بھی مستحق ٹھہرایا جائے گا۔ اور اگر وہی جج اسی مقدمے کا فیصلہ کسی کی سفارش پر یا رشوت وغیرہ لے کر اپنے ضمیر کے خلاف کرتا ہے تو پورے کا پورا عرصہ سماعت اس کے نامہ اعمال میں گناہ کے طور پر لکھ لیا جاتا ہے۔ یہی معاملہ ایک ڈاکٹر، ایک دکاندار، ایک کاشتکار کے ایک ایک عمل کے متعلق ہے۔

پھر تھوڑا سا گہرائی میں جائیں تو نیکی اس وقت ہو رہی ہوتی ہے جب انسان کے جسمانی اعضاء کی حرکت قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ بصورت دیگر گناہ ہی صادر ہو رہا ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انسانی جسم کی مختلف حرکات، اگر انہیں عبادت قرار پانا ہے تو لازمی ہیں کہ قرآن و سنت کے مطابق ہوں۔ ایک مومن کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، جنگ کرنا، صلح کرنا ہر کام قرآن و سنت کا پابند ہو۔ ایک طرف اس کے اعمال کو دیکھا جائے اور دوسری طرف قرآن کے احکام کو تو ان میں مکمل ہم آہنگی و مطابقت پائی جائے۔ بالفاظ دیگر وہ چلتا پھرتا قرآن ہو۔ اسی حقیقت کو علامہ یوں بیان کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

عبادت بغیر دعوتِ دین ممکن نہیں

جب انسانی جسم کے ہر ہر عضو کی ہر ہر حرکت عبادت ٹھہری تو لازمی ہوا کہ اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر انسان قرآن وسنت کے احکام سے آگاہ ہو۔ اگر اسے ان احکام کا علم ہی نہ ہو گا تو وہ ان پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ اور ظاہر ہے اگر قرآن و سنت کے مطابق عمل نہیں کر سکے گا تو عبادت نہیں کر سکے گا۔ اور اگر عبادت نہیں کر سکے گا تو نجات حاصل نہیں کر پائے گا۔ بالفاظ دیگر قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف تو ہر ہر کام' جو انسان نے اس دنیا میں کرنا ہے' کے متعلق قرآن و سنت میں ہدایات موجود ہوں تو دوسری طرف تعلیمات قرآن کا ہر ہر انسان تک پہنچنے کا بندوبست ہو خواہ وہ انسان مسلم ہو یا غیر مسلم کیونکہ قیامت کے دن ہر انسان کو ایک ہی پلیٹ فارم پر اپنے رب کے حضور جوابدہی کے لئے پیش ہونا ہے۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کا بھرپور انتظام کر رکھا ہے۔ جہاں تک قرآن کے مکمل ضابطہ حیات ہونے کا تعلق ہے تو یہ اس دن سے اپنی مکمل حالت میں موجود ہے جب کہ دیا گیا کہ " **الیوم اکملت لکم دینکم** "کہ آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ قرآن و سنت وہ عظیم ذخیرہ ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کی اکثر و بیشتر ہدایات براہ راست رکھتا ہے۔ اگر کسی معاملے کے بارے میں براہ راست ہدایات نہیں' تو ان کے بارے میں یہی ذخیرہ ضابطہ و قانون دیتا ہے کہ کیسے استنباط کیا جائے۔ جہاں تک ہر انسان تک تعلیمات قرآن یا تعلیمات وحی پہنچنے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی بھرپور انتظام کر رکھا ہے۔ اس دنیا میں پہلا آنے والا انسان یعنی حضرت آدم خود نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وقفہ وقفہ کے بعد پیغمبروں کی بعثت اور الہامی کتابوں کی تنزیل کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر چونکہ وحی کا علم پہنچنے اور نہ پہنچنے پر عبادت و نجات کا دارومدار تھا اس لئے پیغمبروں کو رسالت کا کام چیلنج کے طور پر دیا۔ چنانچہ آخری رسولؐ کو یہ کام دیتے ہوئے یوں فرمایا گیا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (المآئدہ: ۶۷)

"اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا"

پھر چونکہ سلسلہ نبوت عنقریب ختم ہونے والا تھا لیکن انسانوں نے تا قیامت پیدا ہوتے رہنا تھا لہٰذا یہ پہنچانے کا کام امت مسلمہ کا فرض منصبی قرار دے دیا۔ یاد رہے کہ پہنچانا محض دعوت و تبلیغ ہی سے نہ تھا' شہادت سے بھی تھا۔ یعنی وعظ و نصیحت اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت پر مبنی نظام عدل و قسط یا نظام خلافت کو اس طور پر قائم و دائم رکھنا تھا کہ اس کا وجود دنیا میں عملاً "بطور گواہی موجود ہوتا۔ شہادت کے بغیر محض دعوت کا معاملہ تو وہ صورت ہوئی "اے ایمان والو کیونکر کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں" (صف: ۲)۔ لہٰذا دو ٹوک فرمایا گیا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ: ۱۴۳)

"اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"

اسی حکم خداوندی کا اعادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر صحابہ کے عظیم اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ "میری طرف سے پہنچاتے رہو خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو" آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "جو موجود ہیں وہ ان کو پہنچائیں جو موجود نہیں ہیں"۔ ان احکام سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ اب تا قیامت وقت کے ہر موڑ پر موجود مسلمانوں کا یہ فرض منصبی طے ہوگا کہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات بالخصوص ان لوگوں تک پہنچائیں جو غیر مسلم گھرانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے براہ راست کتاب و سنت سے استفادہ نہ کر سکے۔ پھر چونکہ اس پہنچانے پر اربوں کھربوں انسانوں کی نجات کا دارومدار ہے لہٰذا نہ پہنچانے والوں کو سخت ترین الفاظ میں وعید سنا دی۔ چنانچہ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (البقرة : ۱۵۹)

"جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں' در آں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں' یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

دعوت دین بغیر غلبہ دین ممکن نہیں

یہ بات سمجھنے کے لئے کسی ارسطو کے دماغ کی ضرورت نہیں کہ دعوت دین کا کام تبھی بتمام و کمال ادا ہو سکتا ہے جب مسلمان دنیا میں غالب حیثیت میں ہوں۔ مغلوب کی دعوت و تبلیغ اول تو ویسے ہی بے اثر ہوتی ہے اور دوسرے یہ غالب کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ وہ مغلوب کو دعوت کا کام کرنے بھی دے یا نہ۔ اگر مسلمانوں سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور سپر طاقت ہوگی تو وہ فتنہ بن کر راستے کا پتھر بن جائے گی جیسا کہ روس نے تقریباً" بہتر تہتر سال اپنے ہاں دعوت و تبلیغ کا کام نہیں کرنے دیا۔ آج کی دنیا میں جب مسلمان مغلوب اور ویٹو پاور ز غالب ہیں' کفار و مشرکین کا مسلمانوں سے ہدایت و رہنمائی لینا تو درکنار الٹی گنگا بہہ گئی کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کو ہدایات دیتے ہیں بلکہ صبح و شام ایسے اقدامات کرتے ہیں کہ مسلمان خود کتاب و سنت پر عمل کرنے نہ پائیں۔

غلبہ دین بغیر جہاد ناممکن

تاریخ انسانی میں کبھی بھی کوئی پیغمبر کفر کی رعیت بن کر مغلوبانہ حیثیت سے زندگی گزارنے کا پروگرام لے کر نہیں آیا۔ اس نے ہمیشہ ادیان باطل کو چیلنج اور ان کی بیخ کنی کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نظامِ حق کو غالب کرنے کی کوشش کی۔ کافرانہ نظاموں نے بہرحال ایسی تبدیلی کو کبھی بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کیا لہٰذا پیغمبروں کو بسا اوقات مجبوراً طاقت کا استعمال کرنا پڑا کیوں کہ دعوت و تبلیغ کے راستے میں کسی روک ٹوک اور مزاحمت کو گوارا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کو جو ہدف (Target) دیا گیا ہے وہ ہے ہی غلبہ حاصل کرنا' خواہ اس کے لئے کتنا ہی لڑنا پڑے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

(الانفال:۳۹)

"اور کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے"

یاد رہے یہ جہاد محض روک ٹوک (فتنہ) کو کچلنے کیلئے ہے' کسی کو بزور مسلمان کرنے کے نہیں۔ **لا اکراہ فی الدین۔** بات صرف اتنی ہے کہ وہ جو خود گمراہ ہیں طاقت کے بل بوتے پر باقی دنیا کو گمراہ کرنیکی سکت سے محروم کر دیئے جائیں (They may exit but they can't resist)

جہاد بغیرِ خلافت ناممکن

قرآن و سنت کی رو سے یہ جہاد نہیں کہ ہر آدمی یا چند آدمی جب چاہیں اٹھ کر نظامِ باطل سے ٹکرا جائیں۔ یہ بھی جہاد (قتال بالسیف) نہیں کہ مسلمانوں کی چند ٹولیاں مختلف نظموں کے تحت نظامِ کفر سے بھڑ جائیں۔ ایسا جہاد کسی ہنگامی اور وقتی ضرورت میں تو جہاد کہلائے گا ورنہ فساد متصور ہوگا۔ شرعی جہاد یہ ہے کہ وقت کے کسی بھی موڑ پر موجود مسلمان ایک نظم کے تحت ایک امیر کے حکم پر حق و صداقت کی سربلندی و بالادستی کے لئے نظامِ باطل کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔ بالفاظِ دیگر شرعی جہاد اسی وقت ممکن ہے جب پوری اسلامی دنیا ایک خلیفہ کی سربراہی میں ہو۔ ایسا ہوگا تو مسلمانوں کی طاقت مجتمع ہو کر ایک ڈھال کی شکل اختیار کرے گی۔ یہی حقیقت ہے جس کو ہادیٔ برحق نے یوں بیان فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"امام سپر ہے جس کے پیچھے مسلمان لڑتے ہیں اور جس کی وجہ سے لوگ بچتے ہیں تکلیف سے۔ پھر اگر وہ حکم کرے اللہ سے ڈرنے کا اور انصاف کرے تو اس کو ثواب ہو گا اور جو اس کے خلاف حکم دے تو اس پر وبال ہو گا" (مسلم)

اگر مسلمان خلافت کے تحت یکجا ہونے کی بجائے متعدد خود مختار مملکتوں میں بٹے ہوئے ہوں گے جیسے کہ وقت کے موجودہ موڑ پر ہیں تو طاقت منتشر ہونے کی وجہ سے کفر کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ پھر بسا اوقات آپس ہی میں دست و گریباں ہوں گے بلکہ کفر خود آگے بڑھ کر ان غیر شرعی معرضِ وجود میں آئے ہوئے اَن گنت سربراہان کو ایک دوسرے کے خلاف بر سر پیکار رکھے گا۔ یاد رہے حالیہ ایران و عراق اور عراق و کویت وغیرہ کی باہمی لڑائیاں اسی سلسلہ کی کڑیاں تھیں۔ گھر لٹا تو مسلمان کا اور تباہی و بربادی ہوئی تو اُمتِ مسلمہ کی۔ اغیار نے محض تماشہ دیکھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی' جو اس آخری امت کا فرضِ منصبی ہے بغیر خلافت و اقتدار ممکن نہیں۔ اسی لئے اسے لازم ہی اس وقت قرار دیا جب خلیفہ و اقتدار معرضِ وجود میں آ چکے ہوں۔ چنانچہ فرمایا گیا:۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج: ۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے ' زکوۃ دیں گے ' معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کی کیا بات ' آیت مذکورہ سے عیاں ہے کہ اقامت صلوۃ اور ایتائے زکوۃ کے شعبہ جات بھی خلافت کی موجودگی ہی میں بطریق احسن رواں دواں رہ سکتے ہیں ورنہ نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کہ صفحہ نمبر ۳۲ پر دی گئی جدول سے ظاہر ہے نتیجہ یہ نکلا کہ خلافت ہوگی تو جہاد ممکن ہوگا۔ جہاد ہوگا تو غلبۂ دین کا حصول ممکن ہوگا۔ غلبۂ دین ہوگا تو دعوتِ دین کا کام اپنے تمام تقاضوں سمیت پورا ہوسکے گا۔ پھر دعوتِ دین کا کام ہوگا تو عبادت ممکن ہوگی اور عبادت ہوگی تو نجات کا ذریعہ بنے گی۔ بالفاظِ دیگر بغیر خلافت نہ مقصد بعثتِ رسول یعنی غلبہ دین (**ليظهره على الدين كله**) ممکن ہے نہ امتِ مسلمہ کو معرضِ وجود میں لائے جانے کے مقصد کی تکمیل یعنی دعوتِ دین (**شهادت على الناس**) ممکن ہے اور نہ ہی مقصدِ تخلیق آدم یعنی عبادت کا وقوع و ظہور ممکن ہے۔ ظاہر ہے جب ان تینوں بڑے مقاصد کی تکمیل بغیر خلافت ممکن نہیں تو باقی دین ہے کیا؟ یہی وہ صورت حال ہے جو بہ زبان حال بتا رہی ہے کہ خلافت اور دینِ حق ہم معنی ہیں۔ قرآن میں ہی دینِ حق کو خلافت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الفتح : ۲۸)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کردے"

الھدیٰ یعنی الکتاب کے علاوہ دینِ حق یعنی قرآن و سنت پر مبنی نظام کا ذکر بطور خاص کر کے اسے دوسرے تمام نظاموں پر غالب کرنا بعثتِ رسولؐ کا مقصد قرار دیا۔ مختصراً یہ کہ اسلام ایک نظریہ ہے اگر اس کی اقامت نہ ہو اور جب بھی کسی خطۂ زمین پر اس کی اقامت ہو جائے تو یہی خلافت ہے۔ ہم احیائے خلافت کی اصطلاح استعمال کرسکتے ہیں لیکن احیائے اسلام کی اصطلاح کا استعمال غلط ہوگا اس لئے کہ اسلام بہرحال قرآن و سنت میں اپنی کامل اور مکمل شکل میں زندہ و موجود ہے۔ اسے از سرِ نو زندہ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا وہ مردہ و بے جان ہو چکا ہے اور یہ وہ بات ہے جو کسی مومن کے حیطۂ وہم و تخیل میں بھی نہیں آسکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکتاب کا ہی نہیں المیزان کا نزول بھی

خلافت وہ عادلانہ' متوازن اور افراط و تفریط سے پاک نظام ہے کہ قرآن مجید میں اسے "المیزان" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے' جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ ایک جگہ پر اس کے لئے الھدیٰ یعنی الکتاب کے ساتھ ساتھ "دین حق" کے الفاظ بھی استعمال کئے گئے۔ چند ایک مقامات پر الکتاب کے ساتھ ساتھ "المیزان" کے الفاظ بھی استعمال کئے گئے۔ چنانچہ سورۃ حدید میں آیا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحدید: ۲۵)

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں' اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔ یہ اس لئے کیا گیا کہ معلوم ہو جائے کہ کون اس نظام کو دیکھے بغیر اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے"

نظام خلافت کے میزان (ترازو) ہونے کا اس سے اندازہ لگائیں کہ مثال کے طور پر یہ نظام ایک طرف خلیفہ کو پوری امت کا سربراہ بناتا ہے تو دوسری طرف اسے مسلمانوں کا خادم (**سید القوم خادمھم**) قرار دیتا ہے۔ طلاق کی اجازت دیتا تو ہے مگر اسے ناپسندیدہ ترین فعل گردانتا ہے۔ پھر ہدایت کرتا ہے کہ مطلقہ عورتوں کو رخصت کرتے ہوئے ایسا نہ کرنا کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو' اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ فرمایا انہیں بھلے طریقے سے رخصت کرنا اور محض ستانے کی خاطر انہیں نہ روکنا۔ یہ بھی تاکید کر دی کہ جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت پوری کر چکیں تو پھر اس میں مانع نہ ہونا کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح کر لیں۔ یتیم کے ساتھ اچھے سلوک کی یہ واسطہ دے کر تاکید کی کہ ہو سکتا ہے کل کو تمہارے اپنے بچے یتیم ہو جائیں۔ ان کے اموال میں امانت داری کی بار بار تاکید کی۔ ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی تو اسے شرط انصاف سے مشروط کر دیا۔ کمزور ' بے بس اور محروم طبقوں کے حقوق کا خاص ذکر کیا۔ بیواؤں ' مسکینوں ' مریضوں ' مسافروں ' غلاموں ' بیویوں ' پڑوسیوں وغیرہ کے حقوق ' فلاح و بہبود اور دیکھ بھال کا بطورِ خاص اہتمام کیا۔ (خلافت کی برکات و فیوض کا ذکر باب ششم میں ہم قدرے تفصیل سے بیان کریں گے)

چونکہ نظامِ خلافت میزان ہونے کے ناطے سے حق و باطل کے معیار کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا مذکورہ آیت (الحدید: ۲۵) میں اس کے نفاذ کا مطلب ہی یہ بیان فرمایا "تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں"۔ سورۂ شوریٰ میں اسی طرح الکتاب کے علاوہ میزان کے بھیجے جانے کا ذکر کیا تو ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی اعلان کروا دیا کہ **"وامرت لاعدل بینکم"** یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف قائم کروں"

قیامِ خلافت ' اقامتِ دین اور غلبۂ دین لازم و ملزوم

سو بات جیسی ایک بات کہ حکومت و اقتدار اگر بغیر اقامتِ دین ہو گا تو بغاوت کہلائے گا اور اگر اقامتِ دین کے ساتھ ہو گا تو اسلامی اصطلاح میں یہی خلافت ہے۔ جب بھی دین قائم ہو گا تو نتیجہ کے طور پر معرضِ وجود میں آنے والا نظام ' نظامِ خلافت ہی ہو گا۔ اسی طرح خلافت قائم ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ اقامتِ دین کا کام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ تکمیل پذیر ہو گیا۔

پھر دینِ حق اسی وقت قائم متصور ہو گا جب وہ غالب حیثیت میں ہو گا اور ادیانِ باطل سرنگوں ہو کر دینِ حق کی دی ہوئی سہولتوں اور رعایتوں سے مستفید ہوں گے۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو دین ہی قائم نہیں ہو گا۔ مختصراً" بات یہ سمجھ میں آئی کہ قیامِ خلافت اور اقامتِ دین ہی لازم و ملزوم نہیں بلکہ قیامِ خلافت ' اقامتِ دین اور غلبۂ دین تینوں حالتیں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی طرح بیان کیا گیا ان تینوں حالتوں کو یکجا (As a package deal)۔ ملاحظہ ہو:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْــًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:۲۴)

"اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ انکو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لئے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اور جو اس کے بعد کفر کریں تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں"

ان تینوں حالتوں کی وسعت و دائرہ اختیار (JURISDICTION) میں اضافہ تو بتدریج ہو سکتا ہے لیکن جب بھی یہ وسعت پذیر ہوں گی بیک وقت ہوں گی۔

قیامِ خلافت کا کام ـــ عظیم بھی مشکل بھی

تاریخ بتاتی ہے کہ اس دنیا کے انسانوں نے حق و صداقت اور نظامِ عدل و قسط کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وقت کے ہر موڑ پر کچھ لوگ ہوشیاری و عیاری سے کام لے کر اپنے جیسے انسانوں کی گردنوں پر مسلط رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ گوارا نہیں کیا کہ ان کے اس تسلط کو کوئی چیلنج کرے۔ ہر معاشرے کے حکمران وہ مرکزی کردار رہے ہیں جنہوں نے پیغمبروں کی مخالفت میں ہراول دستے کا کام کیا۔ اندازہ کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مدنی زندگی کے مختصر عرصہ میں ۲۸ جنگیں ایسی لڑنی پڑیں جس میں "بعد از خدا بزرگ توئی" کو خود شامل ہونا پڑا۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اقامت دین کی جو جدوجہد انبیاءؑ نے کی بالکل بشری سطح پر ہوئی۔ بسا اوقات پیغمبرؑ اور اس کے ساتھی پکار اٹھے "متیٰ نصر اللہ" کہاں ہے تیری نصرت اے اللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ سورۂ حدید کی مذکورہ آیت میں جہاں میزان یعنی نظام عدل و قسط کے نازل کئے جانے کا ذکر ہوا وہیں "لوہے" کا ذکر کیا گیا محض یہ سمجھانے کے لئے کہ قیامِ خلافت و اقامتِ دین کوئی کارِ طفلاں نہیں۔ عظیم کام کی خاطر شدید مخالفت کو کچلنے کے لئے عظیم جدوجہد درکار ہوگی۔ محض وعظ و نصیحت سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ اکثر ایسے مراحل آئیں گے کہ توپ و تفنگ کو استعمال میں لانا ہوگا۔

پھر قیامِ خلافت کی جدوجہد اس وجہ سے مزید مشکل اور کوہ ہمالہ کی سی نظر آتی ہے کہ یہ جدوجہد ایسے وقت میں کی جاتی ہے جب یہ نظام خود موجود نہیں ہوتا بلکہ ابھی "غیب" میں ہوتا ہے یعنی ابھی اس نظام کی اپنی فراہم کردہ قوت تگ و دو کرنے والوں کو بتمام و کمال میسر نہیں ہوتی۔ وہ محض اس یقین پر ہر مشکل جھیل جاتے ہیں کہ ان کا اللہ بہرحال دیکھ رہا ہے کہ وہ کونسے عظیم انسان ہیں جو اللہ اور رسولؐ کی اس وقت مدد کرتے ہیں جب وہ نظام ابھی کہیں دور دور نظر نہیں آتا۔ اسی لئے سورۂ حدید کی مذکورہ آیت میں یہ بھی فرمایا گیا کہ "**ولیعلم من ینصرہ ورسلہ بالغیب**"

پھر اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا کہ نظامِ خلافت جیسے نظام عدل و قسط کو لانا ہی وہ "ایک کام" ہے جس میں توانائیوں اور صلاحیتوں کو کھپا دینا ایسا ہے جیسے اللہ اور رسولؐ کی مدد کرنا۔ مزید وضاحت کر دی کہ یہ جو اللہ کے کچھ بندوں کو ہم جان جوکھوں کے کام میں ڈالتے ہیں تو یہ کوئی اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ ہم کمزور ہیں۔ ہم تو بے شک بڑے ہی زور آور اور غالب ہیں' یہ راستہ ہم اختیار کرتے ہیں تو محض اس لئے کہ ہم کچھ انسانوں کو چھانٹ کر انہیں ان کی کارکردگی کے مطابق نوازنا چاہتے ہیں۔

حاصل کلام

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا خلافت ' دینِ حق ' میزان ' نظام عدل و قسط وغیرہ ہم معنی اصطلاحات ہیں۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ خلافت کی اہمیت و ضرورت اس قدر ذہنوں سے نکل گئی اور مسلمانوں میں یہ سوچ سرائیت کر گئی کہ خلیفہ و خلافت کے الفاظ ہماری تاریخ کا تو حصہ ہیں ' دین کا نہیں۔ حالانکہ ہادیٔ برحق کا ارشادِ مبارک اوپر بیان کردہ خلافت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت و اہمیت کو دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے کہ "جو شخص اپنا ہاتھ نکال لے اطاعت سے وہ قیامت کے دن اللہ سے ملے گا اور کوئی دلیل اس کے پاس نہ ہو گی اور جو شخص مرجاوے اور اس نے کسی امیر کی بیعت نہ کی ہو تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہو گی (مسلم) ظاہر ہے ایسی موت جاہلیت کی سی اس لئے ہو گی کہ دورِ جاہلیت وہ دور ہے جس میں خلیفہ و خلافت کا وجود نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رحلت کرنے والے خلیفہ کو اس وقت تک دفنانا ممنوع ہے جب تک کہ ہونے والے خلیفہ کو متمکن نہ کر لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی امتی ایسے وقت میں نہ مرے کہ خلیفہ موجود نہ ہو۔ خاص بات جو نوٹ کرنے کی ہے یہ ہے کہ ایسی احادیث جن میں جماعت اور طاعت کے بغیر والی موت کو جاہلیت کی سی موت قرار دیا گیا ہے یوں ہیں کہ " **من خرج من الجماعته** "" **من خرج من الطاعته** " اور " **من خرج من السلطان** "۔ یعنی ان احادیث میں جماعت کی بجائے الجماعت' اطاعت کی بجائے الطاعت اور محض سلطان کی بجائے السلطان (لام عہد کے ساتھ) کے استعمال سے اظہر من الشمس ہے کہ یہ جماعت' یہ اطاعت اور یہ اقتدار کوئی عام جماعت' عام اطاعت اور عام اقتدار نہیں۔ بلکہ جماعت سے مطلب ہے جو دنیا میں صرف ایک ہی ہو جیسے کہ امت مسلمہ اور اطاعت سے مراد اس امیر کی اطاعت ہے جو دنیا میں ایک ہی ہو یعنی خلیفہ اور اسی طرح اقتدار سے مراد وہ خاص اقتدار ہے جو دنیا میں ایک ہی ہو یعنی خلافت۔

نیز آپ کا یہ بھی ارشادِ مبارک ہے کہ جو کوئی اطاعت کرے امیر کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (مسلم)

ہم اپنی تاریخ پر ہی ذرا گہری نگاہ ڈالیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہماری عظمت کا زوال (ہماری تعداد اور ہمارے رقبے کا زوال نہیں) عین اس وقت شروع ہوا جب خلافت ملوکیت میں بدل دی گئی۔ پہلے خلیفہ کی جگہ مَلک نے آ ڈیرے جمائے۔ پھر کچھ عرصہ بعد مَلک سے مُلوک (کئی بادشاہ) بن گئے۔ پھر ملک نے مُلوک (نازک اندام) کا روپ دھار لیا' پھر طوئف الملوکی کا دور آیا اور بالآخر پوری امت غلامی کی زنجیروں میں ہی جکڑ دی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامِ خلافت ' اقامتِ دین اور غلبۂ دین چونکہ لازم و ملزوم ہیں ' جونہی قصرِ خلافت مسمار ہوا اسی وقت "دینِ حق" اور میزان میں بھی دراڑیں آگئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خلافتِ راشدہ کے بعد کے ادوار میں فتوحات بھی ہوئیں۔ بسا اوقات لوگوں کی معاشرتی و سماجی زندگی میں بھی نکھار آیا لیکن ظاہر ہے فتوحات و نکھار تو غیر مسلم حکومتوں اور طاغوتی طاقتوں کے زیرِ سرکردگی بھی آجاتا ہے۔ اصل میں بعد کے ادوار میں ہونے والی فتوحات و نکھار اسی جاں گسل جدوجہد کا ثمر تھا جو دورِ نبوت اور دورِ خلافتِ راشدہ میں ہوئی ۔ ورنہ خلافت کے ختم ہوتے ہی "میزان" والی بات نہ رہی۔ ہوا کا رخ یکسر بدل گیا۔ حکمرانوں کی زندگی میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ آگئے۔ بیت المال رعایا کی امانت نہ رہا بلکہ حکمرانوں کا ذاتی خزانہ بن گیا۔ اظہارِ رائے کی آزادی نہ رہی۔ قاضی و قضاہ کا نظام مفلوج ہو گیا۔ شورائی نظام میں دراڑیں پڑ گئیں دین اور سیاست عملاً" علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ حکمران شرعی حدود سے انحراف کرنے لگے اور وہ امیر المومنین کی بجائے امیر العرب بلکہ امیرِ قبیلہ اور امیرِ کنبہ بن گئے۔ دین کے کچھ حصوں پر عمل ہونے اور کچھ پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ کی عظمت کا گراف نیچے ہی نیچے لڑھکتا چلا گیا بلکہ مسلمان قانونِ فطرت کی اس دفعہ کی زد میں آگئے جسے

قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (البقرۃ : ۸۵)

"تو کیا تم کتاب کے کچھ حصوں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو"

وقت کے کسی بھی موڑ پر اگر کسی نے اس ذلت و رسوائی سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام والوں کو پھر سے غالب حیثیت میں دیکھنا ہو تو نسخۂ کیمیا ایک ہی ہے کہ خلافت کو اپنی مکمل صورت میں پھر بحال کیا جائے۔ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے۔ پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیّت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے میں سوال کی جاوے گی اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جاوے گا، پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیّت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصدِ تخلیق آدم

عبادت

عبادت ممکن نہیں

جب تک

پورے اسلام پر عمل نہ کیا جائے

پورے اسلام پر عمل ممکن نہیں

جب تک

قرآن و سنّت کا علم نہ ہو

قران و سنّت کے علم کا ہونا ممکن نہیں

جب تک

تبلیغ و اشاعتِ دین کا بندوبست نہ ہو

تبلیغ و اشاعت دین کا بندوبست ہو نہیں سکتا

جب تک

بذریعۂ جہاد اسلام کو دنیا پر غالب نہ کر دیا جائے

غلبہ اسلام ممکن نہیں

جب تک

موجودہ تمام اسلامی ممالک کو ملا کر ایک عظیم تر اسلامی مملکت "دارالسلام" کو معرضِ وجود میں

نہ لایا جائے

اور جب تک

خلیفہ و خلافت متمکّن نہ ہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

خلافتِ ارضی

خلافتِ الٰہیہ کی عمومی حیثیت سمجھنے کے بعد اب ہم دنیا میں اس کی ہیئتِ ترکیبی پر مختصراً روشنی ڈالتے ہیں۔

خلافت بمعنی اقامتِ دین

ہمارے ہاں اسلام کو دنیا میں برپا کرنے کے لئے کئی اصطلاحات مروج ہیں۔ جن میں سے اقامتِ دین' نفاذِ اسلام' احیائے اسلام' تحریکِ نظامِ مصطفیٰ' اسلام کی نشاۃِ ثانیہ' اسلامی ضابطۂ حیات کا نفاذ' نظامِ عدل و قسط کی بازیابی وغیرہ عام سنی جاتی ہیں شاید یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں کہ دین محض ایک نظریہ ہے اگر قائم نہ ہو اور جب قائم ہو جائے تو یہی خلافت ہے۔ بالفاظِ دیگر مذکورہ بالا عام اصطلاحات کا مفہوم و مدعا دنیا میں اس نظام کو قائم کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت' پیغمبروں کی رسالت اور عام مسلمانوں کی خلافت کا مظہر ہو۔ تاہم خلافت اور اقامتِ دین ہی وہ اصطلاحات ہیں جنہیں شرعی سند حاصل ہے اور جو اس نظام کی ترجمانی کرتی ہیں جس میں بھلائی اور نیکی پروان چڑھتی ہے' برائی اور بدی کا قلع قمع ہوتا ہے۔ بدامنی' شر اور فساد عنقا ہوتا ہے' امن و سلامتی اور ہمدردی و خیر خواہی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ تقویٰ؛ نیکی کی حکمرانی ہوتی ہے۔ فریب' دھوکہ اور استحصال کو پنپنے کا موقع نہیں ملتا۔ عدلِ اجتماعی کار فرما ہوتا ہے اور ظلم و ستم کے آثار معدوم ہوتے ہیں۔

چونکہ خلافت ہی کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں جاری و ساری دیکھنا چاہتا ہے' اس لئے اس نے تمام پیغمبروں کی جدوجہد کا حاصل ہی اقامتِ دین یا خلافت کو معرضِ وجود میں لانا قرار دیا (الشوریٰ: ۱۳) اور خلافت کو درہم برہم کرنے سے منع فرمایا (الشوریٰ: ۱۳) خلافت ہی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی مسلمانوں کو تاکید کی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافت کا شیرازہ بکھیرنے سے روکا خلافت ہی کی نعمت کو عطا کر کے احسان جتلایا اور خلافت ہی کے عدم وجود کو آگ بھرے گڑھے پر کھڑے ہونے سے تشبیہ دی (آل عمران : ۱۰۳) خلافت ہی میں سے ایک حصے کو دعوتِ دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذمہ دار ٹھہرایا (آل عمران : ۱۰۴) خلافت ہی کی حامل امت کو خیرِ امت قرار دیا اور اسے ہی دنیا بھر کے لوگوں کی رہنمائی اور اصلاح کا اعجاز بخشا (آل عمران : ۱۱۰) پھر ایسی ہی امت کو "امتِ وسط" ہونے کے ناطے سے شہادت علی الناس کا منصب جلیلہ عطا فرمایا (البقرہ : ۱۴۳) یاد رہے آخرت کی زندگی میں تو صالحین کو عطا کی جانے والی نعمتوں کا قرآن میں کئی طرح بار بار ذکر آیا لیکن اس دنیا میں اگر کسی بڑی نعمت کے ان کو عطا کرنے کا ذکر فرمایا تو بس خلافت کا (النور : ۵۵)۔

پھر چونکہ خلافت ہی میں ہر انسان ' حیوان ' چرند پرند ' کیڑے مکوڑے الغرض ہر ذی روح اور غیر ذی روح کی بھلائی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسی کو قائم دائم رکھنے میں کھپنے والوں کو اپنا مددگار قرار دیا (محمد : ۷)۔ خلافت ہی کی نشوونما میں لگائے گئے سرمائے کو ربِ کعبہ نے خود کو قرضِ حسنہ قرار دینے سے تعبیر کیا (الحدید : ۱۱) پھر خلافت ہی کے قیام و دوام میں اس حد تک جدوجہد کی تلقین کی کہ جدوجہد کا حق ادا ہو جائے (الحج : ۷۸) اور خلافت ہی کو قائم دائم رکھنے میں لگائی گئی محنت اور سرمائے کو ایسی تجارت میں سرمایہ کاری قرار دیا جو عذابِ الیم سے چھٹکارا دے (الصف : ۱۰) خلافت ہی کے قیام و بقا میں لگائی گئی جان و متاع کو جنت کے عوض سودا قرار دیا (التوبہ : ۱۱۱) حاجیوں کو پانی پلانے اور خانۂ کعبہ کی تولیت کے مقابلہ میں خلافت کے لئے کی گئی جدوجہد کو بدرجہا بہتر گردانا۔ (التوبہ : ۱۹) الغرض خلافت ہی کے حصول اور دوام میں کھپ جانے والوں کو "فوز العظیم" کی بشارت سے نوازا۔

پھر خلافت ہی سے منہ موڑنے والوں کی جگہ دوسری قوم لانے کی وعید سنائی (المائدہ : ۵۴) قیام و دوامِ خلافت کی جدوجہد سے گریز کرنے والوں کو دنیا پر ریجھنے اور چند کلیوں پر قناعت کرنے کا مرتکب جانا (التوبہ : ۳۸)۔ خلافت ہی کی یافت د

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برداشت سے دل چرانے والوں سے برملا پوچھا کہ آخر تم کیوں اللہ کے راہ میں قتال نہیں کرتے (النساء: ۷۵) اور کیوں اسی جدوجہد میں خرچ نہیں کرتے؟ (الحدید: ۱۰) فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خلافت کی جدوجہد میں تن من دھن لگانے والے اور محض بیٹھ رہنے والے برابر ہو جائیں (النساء: ۹۵) خلافت کے تحت فیصلے نہ کروانے والوں کو ربِ کعبہ نے اپنی قسم کھا کر مومن نہ ہونے کی وعید سنائی (النساء: ۶۵) اور ایسے ہی ٹلاؤں کو کافر و ظالم و فاسق قرار دیا۔ اور ان لوگوں کو بغیا بینھم کا مرتکب گردانا جو قیامِ خلافت کی عظیم جدوجہد سے اعراض اور چشم پوشی کرتے ہوئے فروعات میں الجھ کر اپنے دل کی تسکین کا بندوبست کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ قیامِ خلافت کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی مت رکھو (النساء: ۱۴۴) بلکہ اگر تمہارے باپ اور بھائی بھی مخالفین سے راہ و رسم رکھیں تو انہیں بھی اپنا دوست و خیر خواہ نہ سمجھو (التوبہ: ۲۳) ایمان والوں کو یہ بھی تاکید کی کہ اتنے مسلح رہنا کہ دشمن تمہاری ہیبت و دہشت سے لرزاں و ترساں رہیں (الانفال: ۶۰) مخالفینِ خلافت کا دنیا میں غلبہ تو ربِ کائنات کو اتنا سخت ناگوار ہے کہ مسلمانوں کو اپنی جدوجہد کا جو ہدف دیا گیا وہ یہ کہ ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا جب تک کہ وہ مغلوب ہو کر (جزیہ ادا کرتے ہوئے) خلافت کے تحت رہنا قبول نہ کرلیں (انفال: ۳۹) بلکہ مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ اگر کہیں تم نے خود کفار و مشرکین کے غلبہ سے سمجھوتہ کر لیا تو جان لینا کہ تم مسلمان ہی نہ رہے یعنی مسلمان ہونے کو غالب ہونے اور غالب رہنے سے مشروط کردیا (آل عمران: ۱۳۹)

قرآنِ کریم میں بار بار آیا کہ انسانوں کے لئے خلافت جیسے بہتر نظام کو اللہ تعالیٰ کن فیکون کے طریقے سے بھی برپا کرنے پر قادر ہے لیکن جیسا کہ شروع میں بیان ہوا اس کی اسکیم تو ہے ہی یہ کہ اس نظام کو انسانوں کے ذریعہ قائم و دائم رکھا جائے تاکہ وہ لوگ جو اسے برپا کریں انعام کا مستحق ٹھہریں اور وہ جو اسے تہ و بالا کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں عذاب کا مزا چکھیں (الملک:۲) یہی وجہ ہے کہ انبیاء و رسل نے اپنا ایک ایک لمحہ خلافت ہی کو برپا کرنے میں صرف کیا۔ ان میں سے چند ایک یعنی حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خلافت کو بالفعل قائم کر کے دکھا دیا جب کہ کئی دوسرے آخری دم تک اسی جدوجہد میں سرگرم عمل رہے۔ کیونکہ خلافت کا نظام آتا ہی معرضِ وجود میں عظیم قربانیوں اور جانفشانیوں کے صلے میں، لہٰذا رب السموات والارض انسانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ دیکھنا کہیں اصلاح شدہ نظام کو ضائع بھی نہ ہونے دینا (الاعراف:۵۶)

خلافتِ واحدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اور جسد مبارک سپردِ خاک کرنے سے پہلے اکابر صحابہؓ کے ذریعہ امت نے جو پہلا فیصلہ کیا وہ یہ کہ ایک وقت میں مسلمانوں کے دو خلیفے نہیں ہو سکتے بالکل اسی طرح جس طرح ایک وقت میں مسلمانوں کی دو امتیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں امت کے گلہائے سرسبد جمع ہیں۔ گرما گرم بحث ہو رہی ہے اسی لمحے یہ طے کرنے کے لئے کہ نبی آخر الزمان کے بعد کس کو مسندِ خلافت پر بٹھایا جائے، کچھ صحابہؓ نے رائے پیش کی کہ پہلا خلیفہ انصار میں سے چنا جائے جبکہ کئی دوسروں کی رائے یہ کہ پہلا خلیفہ مہاجرین میں سے بہتر رہے گا۔ لیکن جس تجویز کو دو ٹوک ٹھکرایا گیا وہ ایک تیسری پیش کردہ تجویز کہ دو امیر چن لئے جائیں۔ یعنی ایک مہاجرین سے اور دوسرا انصار سے۔ السابقون الاولون کا ایسی تجویز کو ٹھکرانا کوئی اجتہاد کی بنا پر نہ تھا گو اگر ایسا بھی ہوتا تو امت کے لئے قانون کی حیثیت رکھتا۔ کیونکہ قرآن و سنت کے بعد "سبیل المومنین" ہی تو حجت ہے اور پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونے والے تو اکثر و بیشتر وہ مومنین تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لقد رضی اللہ عن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرہ) کہ اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے ۔ پھر خلفائے راشدین کے متعلق تو سرورِ عالم علیہ السلام نے فرمایا "علیکم بسنتی و سنہ الخلفاء الراشدین " (ابن ماجہ) صحابہؓ کا بالاجماع بیک وقت دو خلیفوں کی تجویز کو رد کرنا تو ویسے بھی کتاب و سنت کی واضح ہدایات،جن کا خلاصہ ہم درج ذیل کرتے ہیں ، کے عین مطابق تھا۔

نبی چونکہ اپنے وقت کا خلیفۃ اللہ بھی ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالٰی نے ایک وقت میں کم ہی ایک سے زیادہ انبیاء مبعوث فرمائے ۔ پھر جب بھی کبھی کبھار ایسا کیا تو ایک احتیاط بڑی شد و مد سے برتی گئی یعنی پوری انسانی تاریخ میں کبھی بھی ایسا وقت نہیں آیا کہ ایک لمحہ کے لئے ایسے دو انبیاء دنیا میں موجود ہوں جن دونوں کو بیک وقت تمکن فی الارض حاصل ہوا ہو ۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کا کافی عرصہ ہم عصری میں گذرا ۔ دونوں علیحدہ علیحدہ اپنی قوموں کی طرف بھیجے گئے تاہم دونوں میں سے کسی کو بھی متمکن فی الارض ہونے کا اعجاز حاصل نہ ہوا ۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ دونوں کو تمکن فی الارض حاصل ہوا ۔ اسی وجہ سے یہ دونوں یکے بعد دیگرے تشریف لائے ۔ حضرت سلیمانؑ کو اپنے دورِ خلافت میں جب ایک دوسری مملکت اور وہاں کی فرمانروا یعنی ملکہ سبا کی بھنک پڑی تو جو سب سے پہلے کام کیا گیا وہ یہ کہ وہ تخت جو ملوکیت و بادشاہت کا امتیاز ہوتا ہے اسے ہی اپنے ہاں منگوا لیا ۔ پھر حضرت یعقوب اور یوسف علیہم السلام دونوں ایک ہی وقت میں نبی ہوئے لیکن جونہی حضرت یوسفؑ کو تمکن حاصل ہوا (کذلک مکنا لیوسف فی الارض) باوجود باپ ہونے کے حضرت یعقوب کو ان کے زیر کر دیا ۔ یہی مطلب ہے اس خواب کی تعبیر کا جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے ۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (یوسف:٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس وقت کا ذکر جب یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا" ابا جان میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔"

پھر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں بھائی بیک وقت نبوت پر سرفراز کئے گئے تو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے وزیر کی حیثیت دی۔ البتہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کوہِ سینا پر تشریف لے گئے تو اپنی عدم موجودگی میں حضرت ہارونؑ کو خلافت کی ذمہ داریاں سونپ گئے۔ قرآن میں آیا:

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (الاعراف : ۱٤۲)

"موسیٰؑ نے چلتے ہوئے اپنے بھائی سے کہا" میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا"

پھر چونکہ ایک حاملِ تمکن نبی کی موجودگی میں دوسرا حاملِ تمکن نبی نہیں ہو سکتا لہٰذا حاملِ تمکن نبی کو باوجود اس کے کہ اس کا اقتدار پوری دنیا پر نہیں بلکہ زمین کے ایک حصہ پر ہوتا رہا ہے " خلیفہ فی الارض " کے الفاظ سے موسوم کیا گیا ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (ص : ۲٦).

"اے داؤد' ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔"

بالفاظِ دیگر فرمایا گیا کہ وقت کے اس مخصوص موڑ پر اے داؤد' اس لئے تم ہی دنیا بھر میں خلیفہ ہو کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ کا سوال ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کو خلافتِ الٰہیہ کا عندیہ دیا تو یہ نہیں فرمایا کہ فی الاردن خلیفہ یا فی الایران خلیفہ بلکہ فرمایا فی الارض خلیفہ یعنی اسلام اگر پوری دنیا پر بھی پھیل جائے تو خلیفہ و سربراہ ایک ہی رہے گا اور ایک وقت تک ہوا بھی یہی ۔ اسلام جب تک پوری آب و تاب سے رواں دواں تھا تو باوجود اس کے کہ اس وقت کے ذرائع آمد و رفت محدود تھے اور ذرائع ابلاغ نہ ہونے کے برابر تھے' خلیفہ ایک ہی رہا۔ کتنے ہی اچھے پیرائے میں خلافتِ ارضی کی حقیقت کو بیان کرتی ہے وہ مشاورت جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کو ایرانیوں کے مقابلے پر خود جانے کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کی تھی ۔ انہوں نے فرمایا تھا:

" اسلام میں قیم کا وہی مقام ہے جو موتیوں کے ہار میں رشتے کا مقام ہے ۔ رشتہ ٹوٹتے ہی موتی بکھر جاتے ہیں اور نظم درہم برہم ہو جاتا ہے اور پراگندہ ہو جانے کے بعد پھر جمع ہونا مشکل ہو جاتا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عرب تعداد میں قلیل ہیں مگر اسلام نے ان کو کثیر اور اجتماع (خلافت) نے ان کو قوی بنا دیا ہے ۔ آپ یہاں قطب بن کر جمے بیٹھے رہیں ۔ اور عرب (خلافت) کی چکی کو اپنے گرد گھماتے رہیں اور یہیں سے بیٹھے بیٹھے جنگ کو کنٹرول کرتے رہیں ۔ ورنہ آپ اگر ایک دفعہ یہاں سے ہٹ گئے تو ہر طرف سے عرب کا نظام (نظامِ خلافت) ٹوٹنا شروع ہو جائے گا اور نوبت یہ آ جائے گی کہ آپ کو سامنے سے دشمنوں کی بہ نسبت پیچھے کے خطرات کی زیادہ فکر لاحق ہو گی اور ادھر ایرانی آپ کے اوپر نظر جمائیں گے کہ یہ عرب (خلافت) کی جڑ ہے' اسے کاٹ دو تو بیڑا پار ہے ۔ اس لئے وہ سارا زور آپ کو ختم کرنے پر لگا دیں گے " (نہج

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البلاغہ)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر خلفاء کا ذکر بھی آیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا حقیقت میں اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر شخص خلیفہ ہے بلکہ اسلام اس پوری سوسائٹی کو خلافت کا منصب سونپتا ہے جو توحید و رسالت کے بنیادی اصولوں کو تسلیم کر کے تمکن فی الارض سے بھی بہرہ ور ہوئی ہو' البتہ بعض اوقات تمکن فی الارض کے معنی میں نہیں بلکہ محض زمین میں جگہ پانے اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کے جانشین ہونے کے معنی میں بھی خلفاء کا لفظ مستعمل ہوا۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں یوں بھی آیا:

وَاذْكُرُوْآ اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ (الأعراف: ٦٩)

"بھول نہ جاؤ کہ تمہارے رب نے قومِ نوح کے بعد تم (قومِ عاد) کو اس کا جانشین بنایا۔"

یاد رہے کسی پوری سوسائٹی کو تمکن فی الارض اسی صورت میں حاصل ہوا جب کہ اس قوم کا پیغمبران میں موجود تھا اور پھر ایسے پیغمبر کو تمکن فی الارض کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ بصورتِ دیگر ظاہر ہے کہ جب کسی پیغمبر کو ہی تمکن فی الارض حاصل نہ ہوا تو اس کی قوم کو یہ اعزاز ملنے کا سوال کہاں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا معاملہ البتہ اس سے مختلف ہے۔ یعنی اس امت کو پیغمبر کی موجودگی میں بھی تمکن فی الارض حاصل ہوا اور ان کے جانے کے بعد بھی یہ اعزاز قائم رہا کیونکہ اس امت نے سلسلۂ انبیاء ختم ہونے کے بعد ان کے مشن کو تاقیامت جاری و ساری رکھنا ہے۔ ہاں اپنی نالائقی اور نااہلی سے یہ امت خود اپنے آپ کو اس اعزاز سے محروم کرلے یا کر رکھے' جیسی کہ اس وقت صورت حال ہے' تو یہ بات دوسری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمکن فی الارض ہونے کی صورت میں ایک سوسائٹی کے حاملِ خلافت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلافت ایک نظام ہے اور کوئی نظام بھی نہ صرف یہ کہ بغیر مرکز اور امیر کے معرضِ وجود میں نہیں آ سکتا بلکہ ایک ٹیم ورک کی صورت میں ہی بطورِ احسن چل سکتا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اللہ وحدہٗ لا شریک خدائی کو چلانے کے لئے کسی دوسرے کا قطعاً محتاج نہیں تاہم چونکہ خدائی بھی ایک نظام ہے لہٰذا قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر "انا" اور "نحن" کے کلمات مستعمل ملتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ توحیدِ باری تعالیٰ کا خود ذکر یوں کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ، سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ

(المؤمنون: ۹۱)

"اور کوئی دوسرا خدا اس ایک کے ساتھ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں"

پھر جیسا کہ ایک چھوٹا سا دفتر بھی چند ساعتوں سے زیادہ نہیں چل سکتا، اگر اس کے دو یا دو سے زیادہ سربراہان بالکل مساوی اختیارات کے حامل ہوں تو خلافتِ ارضی جیسا عظیم نظام دو یا دو خلفاء کی موجودگی میں چلنے کا سوال ہی کہاں؟ یہی وجہ ہے کہ پوری کائنات میں ہر نظم کو "مرکزیت" ایک ہی کی حاصل ہے۔ نظامِ شمسی میں سورج ایک ہی ہے۔ انسانی جسم میں اگر دو دل مڈھ بھیڑ کر لیں تو زندگی دشوار، بلکہ ناممکن۔ متکلمین کا یہ کہنا کہ "ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں" سو فیصد درست ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پوری نوعِ انسانی کے لئے ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کہ فرمایا گیا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الأعراف : ۱۵۸)

"اے محمدؐ کہو کہ " اے انسانو ' میں تم سب کی طرف پیغمبر ہوں "

حقیقت میں خلافت بھی پوری انسانیت کے لئے مطلوب ہے خواہ اس کا کچھ حصہ ذمی بن کر ہی خلافت کا جزو بنے ۔ اسلامی حکومت ناقابلِ تقسیم وحدانی حکومت ہے ۔ اس کو ملکوں ' قوموں اور نسلوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا جا سکتا ۔ تمام مسلمان ایک وحدت ہیں اور علیحدہ علیحدہ مقامی حکومتیں کرنے کے مجاز نہیں ۔ ہادی برحقؐ نے ایک دفعہ یوں فرمایا : " یہ ناممکن ہے کہ میں وہ بات نہ کہوں جو ان باتوں سے اچھی ہے جو اب تک زبانوں پر آ چکی ہیں اور میں وہ نعرہ بلند نہ کروں جس سے عرب اور عرب کے علاوہ ساری دنیا (عجم) ایک مرکز اور ایک حکومت کے تحت آ جائیں گے (تاریخ الکامل ابن اثیر ص ۔ ۲۴) ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا " زمین کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی گئی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے قبضہ میں دے دیا ہے ۔ میری نگاہیں مشرق و مغرب کے منطقوں پر پڑ چکی ہیں اور امت کی مملکت (مملکتیں نہیں) ان پر قائم ہو گی (مسلم) آپ کا یہ بھی ارشادِ مبارک ہے " لا یجتمع فیھا دینان " زمین میں دو دین (حق) جمع نہیں ہو سکتے ۔

ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے خلیفہ کی بیعت ممنوع

ایک وقت میں مسلمانوں کے دو خلیفوں کا ہونا تو درکنار اسلام تو اسے بھی ممنوع قرار دیتا ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفوں کی بیعت ہو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد یوں ہے :

اِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخَرَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْهُمَا (مُسْلِمْ)

" جب دو خلیفہ سے بیعت کی جاوے تو جس سے آخر میں بیعت ہوئی ہو اس کو مار ڈالو (اس لئے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)۔"

مورخ حیران و ششدر کہ ایک خلیفہ کے بعد آنے والے خلیفہ کے معاملہ کا تقرر اتنا اہم لیکن کیا وجہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی دوٹوک فیصلہ نہ فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بعد والے خلیفہ کے لئے تجویز تو ہر حال پیش کی لیکن فیصلہ بہرحال وقت کے سرکردہ لوگوں کی رائے پر چھوڑا۔ علی ہذا القیاس۔ حقیقت میں ایسا فیصلہ نہ کرنا کوئی بھول نہ تھی بلکہ جان بوجھ کر ایسا کیا گیا کیونکہ مصلحتیں اسی میں مضمر تھیں۔ شائد ایک چھوٹی سی مثال سے بات واضح ہو جائے۔ قرآنِ کریم میں آیا کہ عدت کے دوران آئندہ ہونے والے شوہر کا فیصلہ دوٹوک نہ کیا جائے' ہاں اشاروں وغیرہ میں کوئی بات ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آیت کے الفاظ یوں ہیں:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ، عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا، وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ أَجَلَهٗ (البقرة: ۲۳۵)

" زمانۂ عدت میں خواہ تم ان بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا ارادہ اشارے کنائے میں کرو' خواہ دل میں چھپائے رکھو' دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ ان کا خیال تو تمہارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلوں میں آئے گا ہی ۔ مگر دیکھو ' خفیہ عہد و پیان نہ کرنا ۔ اگر کوئی بات کرنی ہو تو معروف طریقے سے کرو ۔ اور عقدۂ نکاح باندھنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو ' جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے ۔"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ عدت کے دوران عقدِ ثانی پر کیوں پابندی لگائی گئی ۔ دراصل عدت اس عظیم مصلحت کی غماز ہے کہ اگلا نکاح ہونے سے پہلے واضح ہو کہ عورت امید سے تو نہیں ۔ نہ صرف اس لئے کہ نطفے کی نشاندہی ضروری ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہے کہ دورانِ پرورش بچے کو دو محبتوں والا خون میسر ہو ۔ لہٰذا دورانِ عدت نکاح کا معاملہ تو درکنار منگنی تک کا دو ٹوک فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ۔ بعینہٖ امیر کی سمع و اطاعت میں معمولی سی ملاوٹ بھی اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہے لہٰذا ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے خلیفہ کی طرف مائل ہونا کسی طور بھی جائز نہیں سمجھا گیا ۔

خلیفہ یا امیر کی سمع و اطاعت کی اسلام میں اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ارشادِ رسالتمآب ﷺ ہے "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ۔ اور جو کوئی اطاعت کرے امیر کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نا فرمانی کی" (مسلم) آپ کا یہ بھی ارشادِ مبارک ہے کہ "اطاعت کرو امیر کی خواہ ایک ہاتھ پاؤں کٹا غلام ہی ہو" (مسلم) فقہاء نے نماز والی امامت کو "امامتِ صغریٰ" اور خلافت والی امامت کو "امامتِ کبریٰ" کا نام دیا ہے ۔ امامتِ کبریٰ تو درکنار امامتِ صغریٰ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ نماز میں اگر امام مقامی ہو اور اس کی اقتداء میں کروڑوں مسلمان مسافر تو ان کروڑوں مسافروں کو امام کی پیروی کرتے ہوئے پوری نماز ادا کرنا ہو گی ۔ اس کے برعکس اگر امام مسافر ہو اور کروڑوں مقتدی مقامی تو امام بہرحال نماز قصر ہی ادا کرے گا ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور شرعی نقطہ جس کا یہاں ذکر ضروری ہے یہ ہے کہ انعقادِ خلافت مسلمانوں کا ذاتی استحقاق ہے۔ لہٰذا موجود الوقت خلیفہ کا اپنی سمع و طاعت کی آڑ میں کسی اور کے لئے انعقادِ بیعت رچانا قطعاً ناجائز ہے۔ نیز ایسی بیعت اگر موجود الوقت خلیفہ کے کسی قریبی رشتے دار کے بارے میں ہو تو پھر تو یہ بدترین اقرباء نوازی اور خاندانی سلسلۂ حکومت کو معرضِ وجود میں لانے کے مترادف ہے۔ باہمی رضامندی اور آزادانہ اختیار و ارادے کا پایا جانا اسلام میں کچھ عقدِ خلافت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اسلام میں کسی بھی عقد کے صحیح ہونے کی بنیادی شرط ہے۔ اسی لئے اگر عقدِ خلافت باہمی رضامندی اور آزادانہ اختیار و ارادے کے نتیجے میں بروئے کار نہ آئے تو نہ وہ قابلِ انعقاد ہے اور نہ قابلِ اعتبار۔

خود کو بطورِ امیدوار پیش کرنا ممنوع

اسلام میں کسی بھی عہدے کے لئے بشمول خلافت کوئی اپنے آپ کو امیدوار پیش نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں شریعت کی واضح نص، ارشادِ رسالتمآبؐ یوں ہے:

"قسم خدا کی ہم نہیں دیتے خدمت اس شخص کو جو اس کی درخواست کرے اور جو اس کی حرص کرے" (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں عبد الرحمٰن بن سمرہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے عبد الرحمٰن مت درخواست کر عہدے اور حکومت کی کیونکہ اگر درخواست سے تم کو ملے تو خدا تجھے چھوڑ دے گا اور جو بغیر مانگے ملے تو خدائے تعالیٰ تیری مدد کرے گا (مسلم)

ابوذر نے عہدے کی خواہش کی تو فرمایا:

"اے ابوذر تو ناتواں ہے اور یہ امانت ہے (حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ذمہ داری حاکم کی ذمہ داری ہے) اور قیامت کے دن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت سے سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں مگر
جو اس کے حق ادا کرے اور راستی سے کام لے۔" (مسلم)

کچھ لوگ حضرت علیؓ کے متعلق گمان رکھتے ہیں کہ وہ خلافت کے امیدوار تھے یعنی ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی رحلت کے بعد خلیفہ ہونا ان کا حق تھا۔ لیکن اس بارے میں اول تو حضرت علیؓ جیسی ہستی سے یہ توقع کرنا ہی بوالعجبی ہے کہ وہ رسولِ کریمؐ کے ارشادِ مبارک سے روگردانی کرتی۔ پھر اس سے بڑا ثبوت اور کون سا ہو سکتا ہے کہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد جب انہیں بارِ خلافت اٹھانے کے لئے کہا گیا تو وہ متردد ہی رضامند ہوئے۔ ویسے بھی پیش رو خلفاء ثلاثہ کو جو ان کا تعاون حاصل رہا وہ اس بات کو رد کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے اندر کہیں خلافت کی امیدواری کا احساس رکھتے تھے۔ ہاں عامۃ الناس کی سوچ پر پہرے نہیں بٹھائے جا سکتے یعنی اگر کچھ لوگوں کی سوچ ایسی تھی تو انہیں ایسی سوچ رکھنے کا حق حاصل تھا کیونکہ چناؤ کے مرحلے میں تو سوچ کئی طرف جا سکتی ہے۔ تاہم سوچ بچار کے بعد جب فیصلہ ہوتا رہا تو ہر ایک نے "آمنا و صدقنا" کا ثبوت دیا۔

معیارِ اہلیت

اسلام خلیفہ کو انتظامی امور کے سربراہ ہونے کے علاوہ فوجوں کا سپریم کمانڈر، قاضی القضاۃ اور دار الحکومت کی مرکزی مسجد کے خطیب و امام کے مناصب بھی سونپتا ہے۔ بالفاظِ دیگر خلیفۂ وقت کے چوبیس گھنٹوں کا وقت یوں منقسم ہونا چاہئے کہ یہ تمام فرائضِ منصبی بطورِ احسن ادا ہوں۔ ان فرائضِ منصبی کی نوعیت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اسلامی مملکت کے جملہ افراد میں کس پائے کا آدمی ہو۔ دراصل ذمہ دارانہ اور امانت دارانہ مناصب کے لئے اہلیت کو تو قرآن نے لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکماً فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا (النساء : ۵۸)

"مسلمانو' اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو"

اسی آیت میں اس حکم کو ایک "عمدہ نصیحت" بھی قرار دیا۔ یعنی مزید تاکید کردی کہ اس "عمدہ نصیحت" سے سرتابی کرتے ہوئے اگر امت نے اپنے احوال نا اہل لوگوں کے حوالے کردئے تو بدترین نتائج سے کبھی بچا نہیں جا سکے گا۔

قرآنِ کریم نے منجملہ دوسری صفات کے خلیفہ کے لئے کم از کم چار اہلیتوں کا ذکر نمایاں طور پر کیا ہے۔ بلکہ یہی اوصاف وہ درجہ بدرجہ ان تمام لوگوں میں بھی دیکھنا چاہتا ہے جو کسی طور مسلمانوں کے امور کے ذمہ دار ہوں۔ ان میں سے سرِفہرست اہلیت تقویٰ کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ (الحجرات : ۱۳)

"بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔ یعنی پرہیزگار ہو۔"

دوسری شرط صالح ہونا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ .(النور:۵۵)

"اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی تمکن فی الارض کے لئے محض مردم شماری کے مسلمان کفایت نہیں کریں گے بلکہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ہر ہر عمل صلاح ' نیکوکاری اور پرہیزگاری کا منہ بولتا ثبوت ہو گا۔ اسی حقیقت کو یوں بھی بیان فرمایا:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (الأنبياء : ١٠٥)

"اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث صالحین ہوں گے"

قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی بندوں کے لئے انعامات کا ذکر ہوا وہیں "آمنوا" کے ساتھ "عملِ صالح" کی شرط کا بھی ذکر ہوا۔ پھر خلافت کے لئے تو صلاح کی بدرجۂ اتم ضرورت ہوئی کیونکہ اس دنیا کی یہ عظیم تر نعمت ہے۔ صلاح کی اہلیت کی اس لئے بھی ضرورت ہوئی کہ صالحین ہی سے صالح کام انجام پا سکتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَ أَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (الحج : ٤١)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے"

سورۂ مریم میں ان لوگوں سے خلافت و غلبہ چھین لینے کا ذکر ہوا جو ناخلف صفتِ صلاح کھو بیٹھے اور نفسانی خواہشات ہی کے درپے ہو گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ ہونے کے لئے تیسری اور چوتھی شرطِ اہلیت جو قرآنِ مجید میں قصۂ طالوت و جالوت کے سلسلے میں بیان ہوئی' وہ ہے علم اور جسم کی۔ فرمایا گیا:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ، قَالُوْٓا أَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ، قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ، وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرة:٢٤٧)

"ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر وہ بولے "ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حق دار ہو گیا؟ اس کے مقابلے میں ہم بادشاہی کے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے۔ نبی نے جواب دیا۔ اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی اور جسمانی دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنا ملک جسے چاہے دے۔ اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔"

یہاں پر خلیفہ کے لئے ایک ضروری اہلیت یہ قرار دی کہ وہ عالم و مدبر ہو۔ دانشور ہو' خود بیں اور خود نگر بھی ہو۔ سلیم الطبع اور صالح اطوار و عادات کا مالک بھی ہو۔ دین و دنیا کے مسائل پر گہری بصیرت رکھتا ہو۔ چنانچہ فیصلے کے لئے عوام کی نظریں اسی کی طرف اٹھیں اور اس کی نظریں زمانے پر ہوں۔ امت نے اس کی رائے اور فیصلوں کو صائب پایا ہو اور اس میں قوتِ فیصلہ بھی ہو' وہ احوال و معاملات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صحیح استنباط کی اہلیت سے مرصع ہو۔ اولوا الامر اور قائدین کی اہلیت کے بارے میں ایک اور جگہ پر قرآنِ کریم میں یوں ارشاد ہوا:

وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَ إِلَىٰ أُوْلِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ (النساء : ۸۳)

"اگر یہ اسے (خبر کو) رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آ جائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔"

دوسری صفت جو یہاں پر بیان ہوئی وہ ہے جسمانی طور پر تندرست و توانا ہونے کی۔کسی لولے لنگڑے اندھے بہرے، بیمار، صنف نازک وغیرہ کے بس کی بات نہیں کہ خلافت جیسی عظیم امانت کا حق ادا کر سکے۔ ایک شب مدینہ میں افواہ اڑی کہ فلاں طرف سے دشمن حملہ آور ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے بغیر زین کے گھوڑی پر جس ہستی نے ٹوہ لگائی وہ تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایرانیوں کے مقابلے میں حضرت عمرؓ کے خود آمادہ ہونے کا ذکر تو ابھی اوپر ہوا۔ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد اٹھنے والی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے خود فوج کی کمان کی۔

اسی آیت مبارکہ میں علم و جسم کی اہلیتوں کے ذکر کے علاوہ ضمناً اس اہلیت کی نفی بھی کی گئی جس کا بگڑے ہوئے معاشروں میں اکثر چلن رہا ہے یا ہے۔ جاگیرداری، سرمایہ داری، خاندانی وجاہت اور محض دنیاوی وقار اور چمک دمک کو قطعاً درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔

خلافت کے لئے قرآنی معیارِ اہلیت، جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا، سے عیاں ہے کہ مسندِ خلافت وقت کے کسی موڑ پر صرف اسی ہستی کے لئے سزاوار ہے جو تقویٰ و صلاح اور علم و جسم کی توانائیوں سے پوری امت کے افراد میں برتر ہو۔ یہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بات ہے جسے حضرت عثمانؓ نے اس وقت بیان کیا جب حضرت ابوبکرؓ نے ان سے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "عمرؓ جیسا ہمارے اندر کوئی دوسرا نہیں" نیز یہ بھی یاد رہے کہ مسندِ خلافت کوئی پھولوں کی سیج نہیں کہ جس کے لئے ہرایرا غیرا آ دھمکے۔ یاد رہے تین خلفاء راشدین خلافت کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے ہی شہید کر دیے گئے اور ایک چوتھے یعنی عمر بن عبد العزیزؒ نے جب خلافت کی گاڑی کو پھر سے پٹڑی پر ڈالنے کی کوشش کی تو زہر دے دیے گئے۔

منصبِ خلافت پر متمکن رہنے کی تین پانچ سال وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔ خلیفہ دو ہی صورتوں میں معزول و برخاست کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو اس صورت میں کہ وہ قرآنی معیارِ اہلیت سے محروم ہو جائے اور دوسرے اس صورت میں کہ وہ ذاتی وجوہات کی بناپر اس منصبِ جلیلہ کی ذمہ داریاں نبھانے سے خود معذرت کر لے۔

چناؤ "ایک فرد ایک ووٹ" کی بنا پر نہیں

خلیفہ کا چناؤ "ایک فرد ایک ووٹ" کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اکثریت اکثر و بیشتر ان لوگوں کی ہوتی ہے جو دین کے تقاضوں سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو قرآن کریم میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (الروم : ۳۰)

"یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

ایک اور جگہ پر آیا:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ، فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُوراً (بني اسرائيل : ٨٩)

" ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر اکثر لوگ انکار پر ہی جمے رہے۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس نظام کی اٹھان اکثریت کے ووٹوں پر ہوگی اس میں اکثر و بیشتر ایسے لوگ آگے آئیں گے جو اور کچھ ہوں تو ہوں' دین کی ابجد سے نلواقف ہوں گے اور جو شخص کسی نظام اور دین سے ہی نلواقف ہو اسے حق نہیں پہنچتا کہ ایسے نظام کی قیادت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے طریقِ انتخاب کو ان قدسیوں نے بھی نہ اپنایا جنہیں تاریخ صحابہؓ سے یاد کرتی ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع پر نظر دوڑائیں۔ یہاں خلافت کی ذمہ داری حضرت ابوبکرؓ کے کندھوں پر ڈالی گئی۔ کیا انہوں نے خود کو اس عظیم منصب کے لئے پیش کیا؟ کیا امت کے ایک ایک فرد نے ان سے بیعت کی؟ عملاً جو ہوا وہ یہ کہ خود حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ کے لئے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ یا حضرت عمرؓ میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کی تجویز پیش کی لیکن موجود صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو ہی اس منصب کے لئے مناسب گروانا۔ پھر اس چھوٹے سے احاطے میں پوری امت کے بالغ حضرات جمع نہیں تھے' صرف چند صحابہؓ تھے۔ بعد میں عامۃ الناس سے بھی بیعت لی گئی لیکن وہ بھی اہل حل و عقد سے' امت کے ایک ایک فرد سے نہیں۔ خلیفۂ ثانی کا انتخاب بھی کچھ انہی خطوط پر ہوا۔ حقیقت میں تو ان کا انتخاب اسی وقت ہو گیا تھا جب سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کی اہلیتوں اور اسلام کے لئے خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے ان کا نام تجویز کیا تھا۔ یعنی امت کی نگاہِ انتخاب حضرت ابوبکرؓ پر پڑی تو امت کے اعتماد پر پورا اترے ہوئے ابوبکرؓ کی عمرؓ پر۔ یعنی یہ وہی رائے تھی جسے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رحلت سے ما قبل تحریراً دہرایا۔ تاہم یہ کوئی فیصلہ نہیں تھا۔ محض تجویز تھی اور وہ بھی اس وقت موجود صحابہؓ کے مشورے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے ۔ حضرت ابوبکرؓ کی رحلت کے بعد اس تجویز کی تصدیق و تائید بذریعہ بیعت ہوئی لیکن جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا امت کے اہلِ حل و عقد سے ہی ' ایک ایک فرد سے نہیں ۔ اس کے بعد خلیفۂ سوم کا انتخاب عمل میں آیا ۔ یہ چناؤ دورِ فاروقی کے اختتام پر ہوا اور جس طرح دوسرے انتظامی امور میں اس دور کو نظیر مانا جاتا ہے دراصل اس وقت کے اپنائے ہوئے طریقِ انتخاب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امت کے لئے قابلِ تقلید طریقہ سمجھا جانا چاہئے ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دورِ نبوت تو ایک انقلابی دور تھا جس نے بطریقِ احسن ہوا کا رخ ادھر سے ادھر پھیر دیا ۔ دورِ خلیفۂ ثانی مختصر بھی تھا اور سازشوں کو دبانے میں مصروف و مشغول بھی ۔ بالفاظِ دیگر قرآن و سنت کا دیا ہوا نظام مستحکم ہوا تو دورِ فاروقی میں ۔ بنا بریں ہم خلیفۂ ثالث کے انتخاب کو ' جو امت کے لئے تا قیامت نظیر کی حیثیت رکھتا ہے ' قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں ۔

زخموں کی وجہ سے عمر فاروقؓ کی طبیعت جب کافی دگرگوں ہو گئی تو آپ کو اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو تجویز کرنے کے لئے کہا گیا ۔ آپ نے فرمایا اگر ابوعبیدہ بن جراحؓ زندہ ہوتے تو میں انہی کا نام تجویز کرتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں " امین الامت " کے نام سے پکارا تھا (حقیقت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جن دو اشخاص کے نام بطور خلیفہ تجویز کئے تھے ان میں بھی ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ہی تھے ۔) یہ بھی فرمایا کہ اگر حذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالمؓ آج زندہ ہوتا تو عمرؓ اسے ہی تجویز کرتا کیونکہ نبی اکرمؐ فرمایا کرتے تھے کہ سالمؓ اللہ سے بہت محبت کرنے والا ہے ۔ اسی اثناء میں کسی نے تجویز پیش کی کہ آپ اپنے بیٹے عبد اللہؓ ہی کو مقرر کر دیں ' یہ بات آپ کو بہت ناگوار گذری ۔ چنانچہ فرمایا :

> " اس کا مجھے وہم تک نہیں ہوا ۔ میں مانتا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ جو مجھ سے بہتر تھے ' نے اپنا جانشین تجویز کر دیا تھا لیکن یہ بھی حقیقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حضورؐ نے جو ہم دونوں سے بدرجہا بہتر تھے کسی کو خلیفہ
مقرر نہیں کیا تھا۔ تم چلے جاؤ اللہ اپنے دین کی خود حفاظت کرے گا۔
اسے برباد نہیں ہونے دے گا۔"

تاہم جب صحابہؓ کی طرف سے زیادہ اصرار ہوا تو آپؓ نے چھ آدمیوں یعنی عبد الرحمٰن بن عوفؓ، عثمانؓ علیؓ، زبیرؓ، سعدؓ، طلحہؓ پر مشتمل ایک ادارہ قائم کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میری رائے میں ان چھ آدمیوں سے زیادہ کوئی اور شخص موزوں اور اہل نہیں۔ مزید مطالبہ پر کہا کہ مشورہ کے لئے میرے بیٹے عبد اللہؓ کو شریک کر سکتے ہو، تاہم خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اگر سعد بن ابی وقاصؓ کو خلافت مل گئی تو بہت اچھا ہو گا ورنہ جو بھی خلیفہ ہو اسے چاہئے کہ اس کی مدد حاصل کر لیا کرے۔

یہ اصحابؓ جن میں سے ہر ایک کو خلافت کا حق دار ٹھہرایا گیا، حقیقت میں وقت کے اس موڑ پر امت کے گل سرسبد تھے۔ ان میں سے ہر ایک نہ صرف خلافت کے لئے مقرر کردہ قرآنی معیار پر پورا اترتا تھا بلکہ یہ چھ کے چھ عشرۂ مبشرہ میں شامل ہونے کا اعزاز رکھتے تھے۔ دو اصحاب یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ تو ویسے ہی فوت ہو چکے تھے۔ عشرۂ مبشرہ میں شامل تیسرے حضرت عمرؓ خود تھے۔ بالفاظِ دیگر عشرۂ مبشرہ میں سے سات اصحابؓ ایسے تھے جو اس وقت زندہ تھے۔ چھ کا نام تجویز کیا گیا۔ ساتویں حضرت سعیدؓ تھے جن کا نام حضرت عمرؓ نے قصداً تجویز نہ کیا کیوں کہ وہ آپؓ کے بہنوئی تھے۔ چھ افراد کی اس کمیٹی نے خلیفہ چننے کا اختیار حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد کر دیا کیونکہ انہوں نے خود اس امانت دارانہ منصب کی ذمہ داریاں اٹھانے سے معذرت کر لی تھی۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اہلِ مدینہ کے ساتھ طویل مشورے کئے۔ لوگ تین رات تک ان کے ہاں مشورہ دینے کے لئے آتے رہے۔ بالآخر آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ مدینہ کے لوگ حضرت عثمانؓ کو بطور خلیفہ پسند کرتے ہیں، چنانچہ منادی کرا دی کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی بیعت کر لی جائے۔ تجویز کردہ باقی پانچوں اصحابؓ اور مدینہ کے دوسرے اہل الرائے لوگوں نے ان کی بیعت کر لی مہاجرین و انصار اور دوسرے اہلِ حل و عقد جو اس وقت بغرض حج اطراف و اکناف سے آئے ہوئے تھے' نے بھی حضرت عثمانؓ سے بیعت کی۔ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی مملکت کے ہر فرد نے بنفسِ نفیس آپ سے بیعت کی یا بالفاظِ دیگر "ایک فرد' ایک ووٹ" کا طریقِ انتخاب اپنایا گیا تو ایسا کرنا ضروری ہی نہ سمجھا گیا تاہم جو طریقِ انتخاب اپنایا گیا وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ امت کا فرض ہے کہ تمام اغراض سے بلند ہو کر خلیفہ کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کرے جو تمام امت میں اصلح یعنی وقت کے اس موڑ پر سب سے افضل ہو۔

خلیفۂ چہارم کے چناؤ یا شہادتِ عثمانؓ کے وقت امت کا شیرازۂ افکار ویسے ہی درہم برہم تھا۔ جن لوگوں نے انہیں شہید کیا تھا وہ معمولی درجہ کے لوگ تھے لیکن واقعہ غیر معمولی تھا۔ مدینہ میں خوف و دہشت کی فضا تھی' پوری اسلامی دنیا صورتِ حال کی رفتار سے بے چین تھی۔ کئی اصحابؓ معمول کے کاموں کی غرض سے باہر گئے ہوئے تھے۔ تاہم جو موجود تھے ان کے سامنے سب سے بڑی مصلحت یہی تھی کہ خلیفہ کا چناؤ جلد از جلد ہو جائے کیونکہ ایسے نازک موقعہ پر منصبِ خلافت کا خالی رہنا مزید تشویش کا باعث بن سکتا تھا۔ پھر جن اصحابؓ کے نام زیرِ تجویز تھے وہ اس کے لئے تیار نہ تھے۔ حضرت علیؓ سے کئی بار کہا گیا لیکن آپ نے بار بار انکار کیا۔ آخری مرتبہ کوشش کی گئی تو خانہ نشین ہو گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ جب عوام حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ آئے اور برملا کہا کہ آپ کے علاوہ اس وقت کوئی دوسرا نظامِ خلافت چلانے کا اہل نہیں تو تیار ہو گئے لیکن فرمایا کہ مسجد نبوی میں بیعت کو منعقد کیا جائے۔

حضرت علیؓ نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لئے کسی کو تجویز نہ کیا۔ لوگوں نے جب آپ کے بڑے بیٹے حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنانے کے متعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا تو فرمایا کہ نہ میں تم کو اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔ ایک اور سوال کیا گیا کہ آپ اپنا ولی عہد کیوں مقرر نہیں کر دیتے؟ فرمایا: "میں مسلمانوں کو اسی حالت پر چھوڑتا ہوں جس پر رسول اللہ نے چھوڑا تھا۔"

دیکھا جائے تو انتخابِ امیر بھی ایک مشاورتی نوعیت کا کام ہے اور مشاورت کام ہی اہل الرائے اور اربابِ حل و عقد کا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے قیدیوں کی رہائی کے موقعہ پر کی۔ ملاحظہ ہو:

"مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جب ہوازن کے قیدی رہا کرنے کی اجازت دی تو آپؐ نے فرمایا: میں نہیں جان سکا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی۔ پس تم جاؤ اور اپنے لیڈروں کو بھیجو تاکہ وہ اپنی رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔" (کتاب الاحکام)

"ایک ووٹ ایک فرد" کے اصول کی تو بات ہی درکنار امارت اور انعقادِ امارت میں اسلام عورتوں کی شرکت کو تو سرے سے اہمیت نہیں دیتا۔ بظاہر ایسا کرنا حق تلفی معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا گہرائی میں دیکھا جائے تو ایسا کرنا نہ صرف ضروری بلکہ عورت کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی سرشت میں فعل سے زیادہ انفعال، کسر سے زیادہ انکسار، اور تاثیر سے زیادہ تاثر کا غلبہ ودیعت کیا ہے۔ یہ اوصاف جہاں گھریلو زندگی اور بال بچے کی پرورش کے لئے ازبس ضروری ہیں، میدانِ سیاست میں کھوٹے سکوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان اوصاف کی موجودگی میں اگر وہ حق رائے دہی استعمال کرے بھی تو وہ اکثر و بیشتر باپ، خاوند اور بھائی کی آراء کا اظہار ہو گا جن سے متاثر ہوئے بغیر وہ نہیں رہ سکتی۔ پھر رائے دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کو اگر براہ راست نہ بھی جانے جو تجویز کردہ احباب کی فہرست میں شامل ہوں تو کم از کم لوگوں میں گھوم پھر کر ان کی سیرت، نظریات اور خدمات وغیرہ سے بخوبی آگاہ ہو۔ تاکہ رائے کی تشکیل صحیح طور پر ہو سکے۔ ظاہر ہے ایسا کرنا مسلمان عورت کے دائرۂ عمل سے کوئی مناسبت نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ۔ ہاں ان معاشروں میں جہاں عورت کو چراغِ خانہ کی بجائے شمعِ محفل کی حیثیت دے دی ہے اسے حق رائے دہی تو دے دیا گیا لیکن باقی سب کچھ حتیٰ کہ اسے اپنی سب سے بڑی خوبی یعنی نسوانیت سے بھی محروم کر دیا گیا ہے ۔ نیز اس قوم کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا جو عورت کے انعقادِ امارت کے لئے رائے دہی تو کیا' اسے امیر ہی بنا دے ۔ ارشادِ رسالتمآبؐ ہے :

" وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جو اپنی سیاست کی زمام کسی عورت کے حوالے کر دے " (بخاری ' باب الفتن)

خلیفہ سربراہِ مملکت بھی اور خطیب و امام بھی

دورِ نبوت کے متعلق تو یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مسجدِ نبوی میں امامت کسی اور نے کی ہو ۔ خلفاء راشدین کے ادوار میں بھی اسلامی آئین کی اس شق پر من و عن عمل ہوتا رہا ۔ امامتِ صغریٰ یعنی دار الحکومت کی مرکزی مسجد کی امامت و خطابت کے لئے اس ہستی کو موزوں تر سمجھا گیا جو وقت کے اس موڑ پر امامتِ کبریٰ یعنی سربراہیِ مملکت پر متمکن تھی ۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے دین محض ایک تھیوری اور ایک نظریہ ہے جب تک کہ اسے ایک نظام کے طور پر برپا اور قائم نہ کر دیا جائے ۔ قرآن و سنت پر مبنی ایسا دین اسی وقت قائم ہو گا جب امامتِ صغریٰ اور امامتِ کبریٰ دونوں بالفعل متمکن ہوں اور جب بھی یہ صورت حال ہو گی اسی کو اسلام کی اصطلاح میں خلافت یا نیابتی نظامِ حکومت کہا جاتا ہے ۔

درج ذیل حدیث سے مقامِ اطاعتِ امیر کا پتہ چلتا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا :

" جو شخص اپنا ہاتھ نکال لے اطاعت سے وہ قیامت کے دن خدا سے ملے گا اور کوئی دلیل اس کے پاس نہ ہو گی اور جو شخص مرجاوے اور کسی سے اس نے بیعت نہ کی تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہو گی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔" (مسلم ۔ کتاب الامارہ)

تاہم ایک حد پر جاکر حاکموں کے خلاف تلوار اٹھانے کو کہا۔ ارشادِ رسالتمآب ؐ ہے:

"بہتر حاکم تمہارے وہ ہیں جن کو تم چاہتے ہو اور وہ تم کو چاہتے ہیں۔ وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں اور تم ان کے لئے دعا کرتے ہو اور برے حاکم تمہارے وہ ہیں جن کے تم دشمن ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں۔ تم ان پر لعنت کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ ہم ایسے بُرے حاکموں کو تلوار سے دفع نہ کریں؟ آپ ؐ نے فرمایا نہیں، جب تک وہ نماز کو تم میں قائم کرتے رہیں۔ اور جب تم کوئی بری بات اپنے حاکموں سے دیکھو تو دل سے اس کو برا جانو لیکن ان کی اطاعت سے باہر نہ ہو۔" (مسلم۔ کتاب الامارہ)

یعنی وہ حد جہاں پر حاکموں کے خلاف بغاوت ؓ کی جا سکتی ہے یہ ہے کہ جب تک وہ نماز کو تم پر قائم کرتے رہیں۔ حدیث کے اصل الفاظ ہیں "ما اقاموا فیکم الصلوۃ"۔ یاد رہے یہ نماز مسلمانوں میں قائم کرنا ان کے ساتھ محض نماز پڑھنا نہیں بلکہ یہ بھی امامتِ صغریٰ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے نماز کا قائم کرنا ہے۔ بالفاظ دیگر اگر حکمران خود امامت و خطابت سے روگردانی کر جائیں تو ارشادِ ہادیٔ برحق ؐ کے مطابق ان کے خلاف تلوار اٹھانا تک واجب بن جاتا ہے اور اسی صورت میں ان سے بغاوت کی جانی چاہئے۔

امرہم شوری بینہم

اسلام ایک شورائی نظام ہے۔ جس طرح خلیفہ خود بیعتِ خلافت پر متمکن نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ امورِ مملکت بھی شوریٰ سے صلاح و مشورہ کئے بغیر سر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجام نہیں دے سکتا۔ یعنی ایک طرف وہ اگر قرآن و سنت کا پابند ہے تو دوسری طرف واضح شرعی نص کی عدم موجودگی میں یا کسی شرعی نص کی تشریح و وضاحت کے لئے شوریٰ کا پابند ہے۔ وہ روزمرہ کے امور جن کے لئے پہلے سے ہدایات موجود ہوں یا معمول کے معاملات (Routine type of works) تو از خود چلا سکتا ہے لیکن پالیسی اور غیر معمولی نوعیت کے امور میں کلیتہً شوریٰ کا پابند ہوتا ہے' ایسے معاملات اسلام اس اکیلے کی صوابدید پر نہیں چھوڑتا۔

یاد رہے پیغمبروں کے لئے بھی مشورہ لینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ البتہ پیغمبر اور عام خلیفہ میں مشورہ لینے میں ایک بنیادی فرق ہے۔ پیغمبر چونکہ مامور من اللہ ہوتا ہے اور ہر آن ربطِ وحی کا حامل ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے مشورہ لے کے مشورہ کا پابند ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس کے برعکس خلیفہ کو شوریٰ کی اکثریت کے مشورے کا پابند کر دیا گیا ہے۔ اس نقطہ کی مزید وضاحت درج ذیل ہے:

مشہور واقعہ' صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام صحابہؓ کی رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے مختلف تھی۔ تاہم اللہ کے پیغمبر کا ربط چونکہ ربِ کائنات سے تھا لہٰذا انہوں نے وہی کیا جو اپنی رائے تھیؐ کو بعد میں وقت نے ثابت بھی کر دیا کہ ان کی رائے ہی صحیح تھی۔ انہوں نے دوسروں کی رائے کو درخور اعتناء نہ سمجھا اس لئے کہ اللہ کے فرمان "وشاورھم فی الامر" کے مطابق ان کے لئے ایسا کرنے کی گنجائش (Option) تھی۔ یعنی انہیں مشورہ لینے کا پابند تو کیا گیا لیکن دوسروں کے مشورہ پر ضروری عمل کرنے کا پابند نہیں کیا گیا' خواہ روئے زمین کے پورے انسان ہی مل کر ایسا مشورہ کیوں نہ دیں۔ تاہم اس موقع پر بھی جب قربانیاں کرنے اور سر منڈوانے کے موقع پر صحابہؓ نے آپ' کی سنی ان سنی کر دی تو آپؐ نے مزید قدم اٹھانے سے پہلے آیت مذکورہ پر یوں عمل کیا کہ مشورہ تو لیا لیکن صحابہؓ سے نہیں جو اس موڈ میں نہ تھے بلکہ اپنی زوجہ محترمہ سے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چیدہ چیدہ امور میں خواتین سے مشورہ لینا بھی نہ صرف مطلوب بلکہ امورِ خانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داری وغیرہ میں تو ازبس ضروری ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ باوجود اس کے کہ آپ ؐ کسی کے مشورے کے پابند نہ تھے کئی مواقع پر آپؐ نے اپنا فیصلہ تیاگ کر صحابہؓ کے مشورہ پر عمل کیا۔ غزوۂ احد میں تو کئی بار ایسا ہوا۔ بلکہ طبی اور کھیتی باڑی وغیرہ کے امور میں تو آپ ؐ نے صحابہؓ کو تلقین تک کی کہ وہ اپنے تجربے سے فائدہ اٹھایا کریں۔

جیسا کہ اوپر ذکر گیا خلیفہ کا معاملہ پیغمبر کے معاملہ سے یکسر مختلف ہے یعنی وہ صرف مشورہ لینے کا ہی نہیں اکثریت کے مشورہ پر عمل کرنے کا بھی پابند ہے۔ ظاہر ہے اگر وہ ایسے مشورے کا پابند نہ ہوتا تو مشورے کی روح ہی ختم ہو جاتی۔ کیونکہ مشورہ دینے والوں کو اگر یہ علم ہو کہ ان کی سوچ بچار کے نتیجے میں حاصل شدہ رائے پر عمل درآمد ضروری نہیں تو اول تو وہ دل جمعی سے معاملے کی تہ تک ہی نہ جائیں گے۔ دوسرے ایسی صورت میں خلیفہ کی حیثیت بھی ایک ڈکیٹیٹر کی ہو جائے گی جو خود اسلامی روح کے خلاف ہے۔ اسلام میں تو شوریٰ کی اکثریت کا فیصلہ اس قدر وزن رکھتا ہے کہ خلیفہ تک کو منصب سے چلتا کر سکتا ہے۔ اس لئے خلفاء کے مشورہ لینے کے الفاظ جو قرآن نے بیان کئے ہیں وہ یوں ہیں کہ "امرہم شوری بینہم" یعنی پالیسی امور کی سرانجام دہی ممکن ہی نہیں بغیر مشورہ کے۔ یعنی باہمی مشاورت سے طے شدہ فیصلہ پر ہی عمل ہو گا ورنہ نہیں۔ البتہ یہ "طے شدہ فیصلہ" متفقہ رائے سے طے ہو جائے تو خوب ورنہ اکثریت کا فیصلہ قابلِ پیروی ہو گا۔ اس نقطہ کو ہادیٔ برحق علیہ السلام نے ایک اور موقع پر یوں بیان فرمایا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

ایک سوال، جس کا ذہن میں آنے کا امکان ہے، کی وضاحت ضروری ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ اور لشکرِ اسامہؓ کے سلسلے میں اکثریت کے فیصلے کو درخورِ اعتناء نہ کرتے ہوئے صرف اپنی رائے پر کیوں عمل کیا؟ اور اگر کیا تو کیا یہ "امرھم شوری بینہم" کی نفی نہ تھی۔ اس سلسلہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یاد رہے کہ خلیفہ بھی مشورہ دینے والوں کی طرح اپنی بھی ایک رائے رکھتا ہے اور اگر ان تمام مشورہ دینے والوں بشمول خلیفہ کوئی قرآن و سنت سے کوئی استنباط لے آئے تو ظاہر ہے ایسے استنباط پر عمل کرنا ضروری اور فرض ہو جائے گا۔ خواہ قبل ازیں تمام رائے دہندگان مختلف نہج پر سوچ رکھتے ہوں ۔ ایسا استنباط کرنے میں خلیفہ اور عام رکن شوریٰ میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ مذکورہ صورت میں بالکل ایسا ہی ہوا۔ یعنی دونوں معاملات میں حضرت ابوبکرؓ کا استنباط قرآن و سنت سے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان فیصلوں کو نہ صرف صحابہؓ نے بلکہ بعد میں آنے والے ہر امتی نے صائب و ضروری تسلیم کیا۔

شورائی نظام کے بارے میں ایک اور بات جو جان لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ مشورہ دینے کا تو ہر وہ مسلمان اہل ہے جس کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱ میں ہوا اور جو یوں ہے:

فَإِنْ تَابُوْا وَ أَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ

"پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کرلیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں"

تاہم ہر معاملے میں امت کا ہر بالغ فرد مشورہ یا رائے دینے کا پابند نہیں حتیٰ کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر معاملہ میں منتخب نمائندوں یعنی شوریٰ کے ارکان کے مشورہ کی ضرورت ہو۔ خلیفہ اس کا بھی پابند نہیں کہ وہ صرف ارکانِ شوریٰ سے ہی مشورہ لے۔ اگر معاملہ ایسا ہو کہ ارکانِ شوریٰ سے ماوراء کسی ماہر یا ماہرین سے ماہرانہ ضرورت کے لئے مشورہ کی ضرورت پڑے تو ایسا کرنے میں قطعاً کوئی قدغن نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر کسی خلیفہ کو اگر ایٹم بم یا کوئی مخصوص آئیٹم کی طاقت، ساخت اور نوعیت کے بارے میں مشورہ درکار ہو تو ضروری نہیں کہ وہ تمام ارکانِ شوریٰ کو اس معاملہ میں زحمت دے۔ وہ صرف ان ارکانِ شوریٰ سے جو متعلقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فن میں مہارت رکھتے ہوں اور ان کے علاوہ شوریٰ سے باہر بھی ایسی مشاورت کر سکتا ہے کیونکہ مشورہ کا انجام کار مقصد تو صائب تر فیصلے پر پہنچنا ہی ہوتا ہے۔

یہی وہ بنیادی وجہ ہے کہ انتخابِ خلیفہ میں بھی پوری امت کے ہر ایک فرد کی شمولیت ضروری نہیں۔ اس مخصوص اور ماہرانہ کام میں بھی ہر فرد کو شامل کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایٹم بم کی ساخت میں امت کے ہر فرد کو شامل کرنا۔ حقیقت میں انتخابِ خلیفہ بھی ایک ماہرانہ مہم (Specialized job) ہے اور اس کے لئے مشورہ انہی کا درکار ہوگا جو مسلمان ہونے کے علاوہ تقویٰ، صلاح، علم اور جسم کی صلاحیتوں سے مالامال ہوں گے یا بالفاظِ دیگر شوریٰ کے ارکان ہوں گے کیونکہ اسلام میں شوریٰ کے ارکان ہو ہی سکتے ہیں وہ مسلمان جو ان اوصاف کے بدرجہ اتم مالک ہوں۔

اس حقیقت کو پھر ذہن میں لانا ضروری ہے کہ امت کا ہر فرد جو مذکورہ آیت (توبہ: ۱۱) میں دی گئی شرائط پوری کر کے مشورہ دینے کا اہل تو ہو جاتا ہے لیکن کسی بھی مخصوص کام کے لئے ہر کس و ناکس کا مشورہ بہرحال درکار نہیں ہوگا۔ البتہ زیرِ بحث معاملہ کی نوعیت پر موقوف ہوگا کہ کون اس مخصوص معاملہ کی صلاحیت رکھتا ہے اور کس کس کو مشورہ میں شامل کیا جانا چاہئے۔ اس بات کو سورۃ الحجرات کی درج ذیل آیات سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ، قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ... إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحجرات: ١٤: ١٥)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلم ہو گئے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ---- حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی سچے لوگ ہیں۔"

یعنی فرمایا گیا کہ مسلمان تو تم سب ہو جب اسلام میں داخل ہو گئے لیکن یہ بھی جانے رہیں کہ تمہارا محض مسلمان ہو جانا تمہیں مومن کہلانے کا حق دار قرار نہیں دیتا۔ مومن ہونے کے لئے تو تمہیں خدا اور رسول پر غیر متزلزل یقین کا حامل ہو کر اللہ کے راستے میں تن من دھن لگا کر اپنی مسلمانی کے دعوے کو ثابت کرنا ہو گا۔ بعینہٖ محض مسلمان ہونے سے اسلامی جماعت کا ہر فرد شوریٰ میں شامل ہونے کا مستحق قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس کے لئے مزید تقویٰ، صلاح اور علم اور جسم کی صلاحیتیں درکار ہیں۔

سیاسی جماعتیں

اسلام میں حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کا وہ وجود و تصور نہیں ہے جو موجودہ سیکولر حکومتوں میں پایا جاتا ہے۔ خلافت میں حزبِ اقتدار تو امورِ مملکت کے نگہبان ہوتے ہوئے ایسا کہلاتے ہی ہیں لیکن حزبِ اختلاف تمام امت ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک بڑھیا بھی خلیفۂ وقت کا دامن پکڑ کر احتساب کر سکتی ہے۔ اسی طرح اس نوع کی سیاسی پارٹیوں کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں جو موجودہ سیکولر ریاستوں میں پائی جاتی ہیں۔ تقسیمِ کار کے سلسلے میں مختلف حلقہ ہائے کار، مختلف مکاتیبِ فکر، جان پہچان کی خاطر مختلف ناموں والے خاندان و قبائل، ایسی حلقہ سازیاں جو اصلاحِ امت، تعلیم و تربیت، تزکیہ و فکر و عمل، خدمت و تعاون یا کسی بھی دوسرے تعمیری مقصد کے لئے بنائی جائیں اور جو کارِ خلافت میں ممد و معاون ہوں، کا ہونا نہ صرف درکار بلکہ خلافت کا جزو ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ دورِ نبوت میں نہ صرف شعوب و قبائل کا بالفعل وجود تھا بلکہ دو بڑے گروہ یعنی مہاجر و انصار تو خلافت کے دوستون بلکہ خود خلافت تھے۔ ان دونوں گروہوں نے باہم شیرو شکر ہو کر اخوت، محبت کی وہ مثالیں قائم کیں جو تاریخ عالم میں نہ پہلے دیکھی گئیں اور شاید چشمِ فلک تا قیامت بھی وہ مناظر دیکھنے سے قاصر رہے۔ در اصل فیصلہ کن عنصر (Deciding factor) کہ جماعتوں کا وجود خلافت میں جائز ہے یا نہیں عصبیت کی نوعیت پر منحصر ہے۔ اگر تو نوعیت عصبیتِ عارفانہ ہے تو جماعتوں، تنظیموں اور اداروں کا وجود باعثِ رحمت اور خلافت کا عین جزو ہے۔ لیکن اگر تقسیم کی بنیاد عصبیتِ جاہلانہ ہے تو ایسی جماعت اور گروہ سازی کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عصبیتِ عارفانہ کی بنیاد پر بنی ہوئی جماعتیں اور حلقہ جات تو خلافت کا ہی کام کریں گی جبکہ عصبیتِ جاہلانہ کے مطابق بنی ہوئی گروہ بندیاں ما سوائے تخریبی کاروائیوں کے دھیلے کا کوئی کام نہ کر سکیں گی۔ پھر عصبیتِ عارفانہ سے بنی ہوئی جماعتوں کی نمایاں نشانی یہ ہو گی کہ وہ اپنے کسی فرد کی بہرحال پشت پناہی نہیں کرے گی خواہ وہ غلط موقف کا موید ہو۔ اس کے جملہ ارکان کا معیار سوائے حق کے کچھ نہیں ہو گا۔ یعنی پیروی حق ہی کی ہو گی خواہ وہ مخالف کیمپ سے ہی ہوں۔ اس کے مقابلے میں عصبیتِ جاہلانہ یہ ہے کہ ہر پارٹی اپنی پارٹی والوں کے عیوب کو تو چھپائے لیکن مخالف پارٹی کی خوبیوں کو بھی عیوب پر محمول کرے۔ ایسی گروہ بندیوں کی اسلام میں کسی درجے اجازت نہیں۔ مختصراً خلافت ایک کل ہے، جماعتیں، ادارے، حلقے وغیرہ سب، اس کل کے حصے اور ممد و معاون ہیں اور ممد و معاون کا جو اصول کار فرما ہو گا وہ یہ کہ:

> "جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔"

تاکہ کارِ خلافت بطریق احسن چلتا رہے۔ سڑک پر لگے ٹریفک کے نشانات ایک طرح سے ٹریفک میں حائل تو ہوتے ہیں لیکن انجام کار ٹریفک ہی کی بہتری اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالآخر کامیابی کا موجب ہوتے ہیں۔

حاصل کلام

پیشتر اس کے کہ ہم اگلے موضوع کی طرف بڑھیں، بہتر ہو گا کہ جو کچھ خلافت کی نوعیت و حقیقت کے متعلق اوپر کہا گیا ہے اس کا ایک دفعہ مختصراً اعادہ کر لیں۔

۱۔ تمام پیغمبروں کی جدوجہد کا بالآنجام ہدف اس دنیا میں اقامتِ دین یا قیامِ خلافت رہا ہے۔ ایسے نظام کو مختلف اصلاحات مثلاً دینی حکومت، فطری نظامِ حیات، اللہ کا دیا ہوا انسانوں کے لئے نظامِ حیات، قرآنی نظامِ ربوبیت، امامتِ مومنین، امارتِ عظمیٰ، امامتِ عامہ، ریاستِ عامہ، کفالتِ عامہ وغیرہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

۲۔ نظامِ فطرت یعنی ایسا نظام جس میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قوانین جاری و ساری ہوں، مقصودِ فطرت ہے۔ اسلامی حکومت کی غایت ثواب الدنیا ہے یعنی وہ فطری حالت جس پر انسان پیدا ہوا تھا (الروم: ۳۰)

۳۔ ایسا فطری نظام دنیا کے جس حصے میں بھی بالفعل موجود ہو گا وہ حصہ ان برکات و سعادت سے مستفید ہو گا جو اس نظام کا لازمی نتیجہ ہیں۔

۴۔ پوری اسلامی دنیا کا، خواہ اس کا دائرہ عمل پوری روئے زمین پر پھیل جائے، کا ایک ہی سربراہ ہو گا جو مختلف القابات بشمل خلیفہ، خلیفۃ المسلمین، امیرالمومنین وغیرہ سے یاد کیا جائے گا۔

۵۔ اسلامی مملکت ناقابلِ تقسیم وحدانی حکومت ہوتی ہے جس کے صوبے اور انتظامی یونٹ تو ان گنت ہو سکتے ہیں، خود مختار ممالک ہونا بعید از قیاس۔ بالفاظِ دیگر اسلامی دنیا کو ملکوں، قوموں، اور نسلوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ تمام مسلمان ایک ہی وحدت یعنی "امتِ واحدہ" کے افراد ہیں علیحدہ علیحدہ حکومتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کرنے کے مجاز نہیں۔ جس طرح سیکولر نظاموں میں ایک بادشاہ کی بادشاہی کسی ایک مملکت یا مملکتوں کے ایک مجموعے پر حاوی ہوتی ہے' اسی طرح خلافت کا دائرۂ مملکت ارض (Earth) ہے۔

۶۔ ایک خلیفہ کی زندگی میں کسی دوسرے خلیفہ یا ولی عہد کی بیعت نہیں ہو سکتی۔ ولی عہد کی رسم سے اہل الارض کو کسی ایک شخص کی خواہش پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ سخت ناپسند ہے کہ ایک امیر کی سمع و اطاعت میں کسی دوسرے کی ذرہ برابر بھی مداخلت یا آمیزش ہو۔

۷۔ ترجیحاً رحلت کر جانے والے خلیفہ کی تجہیز و تدفین کے تین دن کے اندر اندر نئے خلیفہ کا انتخاب کر لیا جائے گا۔

۸۔ خلافت یا کسی بھی دوسرے امانت دارانہ عہدے کے لئے کوئی اپنے آپ کو بطور امیدوار پیش نہیں کر سکتا۔ جوڑ توڑ کی سیاست کا سوال ہی نہیں۔ اقتدار سے رائے کا حصول نہیں بلکہ مشورے سے اقتدار کا اصول کار فرما ہے۔

۹۔ تمکن فی الارض کی صورت میں خلافت کی حامل وہ پوری سوسائٹی یا معاشرہ ہوتا ہے جو صالحین پر مشتمل ہو۔ البتہ ایسی سوسائٹی کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے میں سے ایسے شخص کو خلیفہ چنے جو اصلح یعنی وقت کے اس موڑ پر سب سے زیادہ اہل ہو۔ اہلیت کے لئے قرآن کریم تقویٰ' صلاح' علم اور جسم جیسی خوبیوں کو لازمی قرار دیتا ہے۔ ہر ایرے غیرے کو خلافت کے عالی مرتبت پر متمکن نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر ہے پیغمبر کی موجودگی میں تو وہی خلیفہ بھی ہوتا۔

۱۰۔ خلیفہ کا چناؤ "ایک فرد ایک ووٹ" کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر اس لئے ہو تو قرآنی معیارِ اہلیت کی شرط پوری ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا میں اکثر و بیشتر اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو دین کے تقاضوں سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر یہ فیصلہ سوادِ اعظم کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ یہ کام اربابِ حل و عقد کا ہے کہ وہ اسلامی مملکت کی معروف شخصیتوں میں سے احسن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تر کو منتخب کریں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے محدود نیابتی طریقے میں اجماعِ امت کے آثار ضرور موجود ہوتے ہیں۔

۱۱۔ خلیفۂ وقت کا امامتِ کبریٰ (مملکت کے انتظامی امور کا سربراہ) اور امامتِ صغریٰ (نظام صلوٰۃ کا امام و خطیب) کا حامل ہونا لازمی ہے۔ بالفاظِ دیگر سیاسی اور مذہبی قیادت ایک ہی شخصیت میں مجتمع ہوگی۔ تمام صوبوں میں گورنر یا وزرائے اعلیٰ اور اسی طرح نچلی سطحوں پر نچلے درجے کے اہلِ حل و عقد ہر دو دائرہ ہائے کار کے سربراہ ہوں گے۔ خلیفہ کے لئے فوجوں کا سپریم کمانڈر اور قاضی القضاۃ ہونا بھی لازمی ہے۔

۱۲۔ امورِ سلطنت قرآن و سنت اور شوریٰ کی شمولیت سے سرانجام دینے ہوتے ہیں۔ شوریٰ کا ہر رکن مساوی حقوق اور آزادیٔ رائے سے مستفید ہوتا ہے۔ اختلاف کی صورت میں کوئی بھی فیصلہ کثرتِ آراء سے کرنا ضروری ہے۔ خلیفہ کو ویٹو وغیرہ کا کوئی حق نہیں۔ معروف معنی میں شوریٰ کوئی قانون سازی نہیں کر سکتی البتہ قرآن و سنت کی تشریح و توضیح کی کلیتہً مجاز ہے۔

۱۳۔ اسلام میں سیکولر نظاموں کی طرح کے حزبِ اقتدار اور حزبِ مخالف کا کوئی وجود نہیں۔ اہلِ متمکن تو حزبِ اقتدار ہوتے ہی ہیں البتہ باقی پوری امت حزبِ اختلاف۔ تعاون یا عدم تعاون کی بنیاد نیکی ہوگی نہ کہ گروہی تقسیم۔

۱۴۔ معروف سیاسی جماعتوں کا کوئی وجود نہیں کہ جن کو اپنی برائیاں بھی خوبیاں نظر آتی ہیں اور دوسری جماعتوں کی خوبیاں بھی برائیاں۔ جماعتیں ہوں یا کسی اور قسم کی باہمی و مشترکہ تگ و دو، مقصود خلافت کا ممد و معاون ہونا ہوتا ہے تاکہ خلافت اپنے فرائض احسن ترین لائنوں پر رواں دواں رکھ سکے۔ خلیفۂ وقت مخصوص ارکانِ شوریٰ کے علاوہ دیگر اداروں، ماہرین، حلقہ ہائے سوچ و بچار مکاتیبِ فکر وغیرہ کی آراء سے مستفید ہو سکتا ہے۔ روح حلیفانہ اور معاونت کی کارفرما ہوگی، حریفانہ اور ذاتی مفاد پرستی کی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید تحقیق

اسلامی لٹریچر میں خلیفہ و خلافت کی نوعیت و حقیقت کے بارے میں جو مزید ہدایات ملتی ہیں ان میں سے بعض برائے استفادہ درج ذیل کی جاتی ہیں:

۱۔ مشہور حدیث کہ " من مات ولیس فی عنقہ بیعہ مات میتہ جاہلیہ " یعنی جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں امام وقت یا خلیفہ المسلمین کی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا " کا مطلب یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین ہر وقت موجود ہو۔ مطلب یہ نہیں کہ ہر مسلمان خود بالفعل اس کی بیعت کرے۔ گویا یہ حدیث خلیفہ کے نصب کو واجب دینے کی دلیل ہے، اس میں فعلی طور پر ہر فرد کے لئے وجوبِ بیعت کی کوئی دلیل نہیں۔

۲۔ صحابہؓ نے اقامتِ خلافت پر جس زور دار طریقے سے اجماع اختیار کیا اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضورؐ کی وفات کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین کی بہ نسبت اقامتِ خلیفہ کو زیادہ قابلِ ترجیح سمجھا گیا۔ حالانکہ میت کی تجہیز و تکفین بھی ایک اہم فرض ہے۔

۳۔ مجردِ حکومت یا اقتدار اسلام کا مقصود نہیں۔ خلافت کا مقصود احکامِ شرعیہ کا نفاذ ہے کیونکہ اولو الامر کی عدم موجودگی میں احکامِ شرعیہ کا ترک یا ضیاع ضروری ہو جاتا ہے۔ لہٰذا خلافت کا عدم وجود حرام ہے۔

۴۔ قیامِ خلافت کے لئے کوشش فرضِ کفایہ ہے۔ لیکن اگر بعض لوگ قیامِ خلافت کے لئے مطلوبہ جدوجہد تو کریں لیکن قیامِ خلافت میں کامیاب نہ ہو سکیں تو یہ فریضہ تمام مسلمانوں پر اپنی اصل شکل میں برقرار رہتا ہے اور جب تک خلیفہ کے بغیر رہیں گے گناہگار متصور ہوں گے۔ اس لئے کہ اقامتِ دین تبھی ممکن ہے اگر تمام مسلمان جماعتوں، ان کے حاکموں، والیوں اور اماموں کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے اور ایسا کرنا بدون خلافت ممکن نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ انعقادِ بیعت ہو جانے کے بعد اولو الامر کو صحیح ماننا اور اطاعت کرنا امت پر فرض ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح ماننا اور اطاعت کرنا بیعتِ اطاعت کہلاتی ہے۔ یعنی انعقادِ بیعت اور اطاعتِ بیعت بالکل دو مختلف چیزیں ہیں۔ یاد رہے جب کہ انعقادِ بیعت کے لئے جبر درست نہیں، بیعتِ اطاعت کے لئے جبر کرنا یا اسے جبراً اور قہراً حاصل کرنا شرعی طور پر ناروا ہونے کی بجائے وجوب کی حیثیت رکھتا ہے۔

۶۔ کوئی شخص اس وقت تک خلیفہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے امت خلیفہ نہ بنائے اور وہ خود خلیفہ بننے کو قبول نہ کرے۔

۷۔ شوریٰ یا نمائندگانِ امت کی بیعت کو بیعتِ انعقاد متصور کیا جائے گا اور بس۔ پوری امت کے ایک ایک فرد کو اس زحمت میں نہیں ڈالا جائے گا۔

۸۔ اگر کسی بھی خطے میں خلافت قائم ہو جائے تو اس خلیفہ کی خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا تمام مسلمانوں پر فرض ہو گا۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو عند اللہ گناہگار متصور ہوں گے اور ایسے میں خلیفہ کے لئے واجب ہو گا کہ وہ تمام مسلمانوں کو اپنی بیعت کی دعوت دے۔ اگر وہ انکار کر دیں تو وہ باغی متصور ہوں گے اور خلیفہ کے لئے ان کے خلاف جنگ کرنا واجب ہو گا۔

۹۔ بیعت ہاتھ کے مصافحہ سے بھی ہو سکتی ہے اور تحریر کے ذریعہ بھی۔ البتہ عورتوں کی بیعت ہاتھ میں ہاتھ دینے کی بجائے کپڑے کو دونوں طرف سے پکڑ کر یا پانی میں ہاتھ ڈبو کر ہو گی۔ نیز عورتوں کی بیعت بیعت النساء ہو گی جس کا ذکر سورۃ الممتحنہ میں ہے، انعقادِ خلافت وغیرہ کے لئے نہیں۔

۱۰۔ آپ کے اس ارشادِ مبارک کا اطلاق کہ "وہ قوم ہرگز کامیاب یا فلاح یافتہ نہیں ہو گی جس نے اپنا نظامِ حکومت ایک عورت کے سپرد کر دیا" صرف حکومتی منصبوں پر ہی ہو گا۔ باقی رہے وہ مناصب جو براہِ راست حکمرانی میں شمار نہیں ہوتے تو ان پر عورتوں کا تقرر کرنا اس حکم کے تحت نہیں آتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ اگر ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جاوے تو وہ شرعاً ناجائز اور قابلِ گرفت تو ہے ہی۔ لیکن اگر دو خلفاء کی بیک وقت بیعت کی جاوے تو یہ دونوں بھی لغو قرار پائیں گی۔

۱۲۔ آنحضورؐ کے دستِ مبارک پر جو بیعت کی جاتی تھی وہ تصدیق نبوت و رسالت کے لئے نہ ہوتی تھی بلکہ آپ کے احکامات کی پیروی اور سمع و اطاعت کا ایک عہد تھی۔ نبوت و رسالت کے اقرار کا نام تو ایمان ہے۔

۱۳۔ مجرد اربابِ حل و عقد کی بیعت سے خلیفہ نہیں بنتا بلکہ اسے جو چیز خلیفہ بناتی ہے وہ یہ ہے کہ اربابِ حل و عقد مسلمانوں کی اکثریت کے نمائندے اور ترجمان ہوں۔ بصورت دیگر وہ خود انعقادِ خلافت کے اہل نہیں رہتے۔

۱۴۔ اگر کسی وقت امت خلیفہ سے کسی امرِ شرعی کو ترک کرنے کا مطالبہ کرے تو خلیفہ پر واجب ہو گا کہ وہ ایسے مطالبے کو رد کرتے ہوئے امت پر جبراً و قہراً اس امرِ شرعی کا نفاذ کرے، خواہ اسے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ کیونکہ خلافت ہے ہی اقامتِ دین کا دوسرا نام۔ تنفیذ شریعت ہو رہی ہے تو خلافت ورنہ ملوکیت و بادشاہت۔

ایک وہ وقت تھا

کہ تمام مادی وسائل کی کمی کے باوجود چشمِ فلک نے دیکھا کہ اسلام کا پرچم بلند ہی ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ وہ وقت آگیا کہ اس وقت کی مہذب ترین طاقتیں چند برسوں میں دینِ متین کی زیرِ نگیں ہو گئیں۔

ایک یہ وقت ہے

کہ تمام مادی وسائل کی فراوانی کے باوجود مسلمان ہیں کہ ذلت و رسوائی کی علامت۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

چوہدری رحمت علی کی شہرۂ آفاق تصنیف

اسبابِ زوالِ اُمت

میں ملاحظہ فرمایئے

عمران پبلیکیشنز / دارالرحمت احمد منیر شہید روڈ۔ اچھرہ۔ لاہور

TO ADVANCE YOUR KNOWLEDGE
ABOUT ISLAM,
WE RECOMMEND YOU
TO READ TWO IMPORTANT
PUBLICATIONS

BY

CH. RAHMAT ALI

- ISLAM'S TRUTH MORE PROMINENT WITH THE PASSAGE OF TIME
- DIVINE GUIDANCE, WHY?

AVAILABLE FROM:

- ISLAMIC PUBLICATIONS LTD.
SHAH ALAM MARKET,
LAHORE

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

خلافت سے دوری قدم بہ قدم

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا تمام انبیاء کرام کی جدوجہد کا مطمعِ نظر اقامتِ دین یا نظامِ خلافت کو معرضِ وجود میں لانا رہا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک یہ مقصد بدرجۂ اتم حاصل کر سکا یا نہیں۔ ہاں جب کبھی یہ مقصد حاصل ہو گیا' زیرِ خلافت مسلمانوں نے اس فطری نظام کی برکات وفیوض سے استفادہ کیا' اور اگر خلافت معرضِ وجود میں نہ آسکی تو اکثر و بیشتر بات بگڑی کی بگڑی ہی رہی۔ تاہم ہر عہد میں یہ ارتقائی عمل روبہ پذیر رہا اور عہدِ محمدی میں پوری آب و تاب سے مکمل ہو کر سامنے آگیا۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی پکار "یا قوم اعبدو اللہ" کی بجائے "یا ایھا الناس اتقو ربکم" کی بلند بانگ صدا کو ربِ ذو الجلال کی کائنات کے ہر کون و مکان میں سنا گیا۔ اسی لمحہ سے فطری قوانین اپنی پوری رعنائیوں اور جلووں کی شکل میں جلوہ گر ہوئے۔ دینِ حق کی تکمیل کر دی گئی۔ امتِ واحدہ کی تشکیل ہوئی جس کا مقصد پوری انسانیت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور اس دھرتی پر واحد نیابتی حکومت قائم کرنا ٹھہرا۔ ہر وحدت کا کوئی مرکز ہوتا ہے۔ لہٰذا ساری انسانیت کے رہنما علیہ السلام نے امن و سلامتی کے پایۂ تخت یعنی خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ آپ کی جدوجہد گھر کی انجمن سے شروع ہوئی' گھر کے بعد شہر' شہر کے بعد سرزمین عرب کا ہر گلی و قریہ۔ جزیرہ عرب پر تو تمکن آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی حاصل ہو گیا۔ یمن اور شام کے کچھ حصے بھی خلافتِ الٰہیہ کے زیرِ تمکین ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس وقت کی دو سپر طاقتوں یعنی ایران و روم کی طرف غزوۂ تبوک کی شکل میں قصد کر کے بیرونِ عرب دنیا کو جزوِ خلافت بنانے کی بسم اللہ پڑھ دی۔ نبیٔ کائنات علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلام جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک جمی جمائی خلافت امت کے حوالے کی اور صورتِ حال کئی لحاظ سے اس منظر کی مظہر بن گئی کہ "لیظهره علی الدین کلہ"۔

امت نے خلافت سے کیا سلوک کیا؟ تقریباً تیس سال تو انہی قواعد و ضوابط کے مطابق چلایا جو قرآن و سنت میں تھے لیکن پھر خلافت' ملوکیت میں بدل دی اور ماسوائے عمر بن عبد العزیزؒ کے مختصر دور کے حکمرانوں اور نام نہاد خلفاء میں وہی ٹھاٹھ باٹھ عود کر آئے جو بادشاہت اور شہنشاہیت کا خاصہ ہوتے ہیں۔ ایک عرصہ تک مزید فتوحات بھی ہوتی رہیں جیسے ایک وقت کا لگایا ہوا شجر تو بہرحال کئی سال بار آور ہوتا رہتا ہے تاہم خلافت کی بساط اسی سیاہ دن لپیٹ دی گئی جب کہ ایک خلیفہ (جسے سربراہ مملکت کہنا زیادہ موزوں ہے) اپنی موجودگی میں اپنے بیٹے یا بالفاظِ دیگر حضرت معاویہؓ نے اپنے اعیانِ حکومت سے یزید کی بیعت کروادی۔ ہماری عقیدتیں اپنی جگہ۔ امیر معاویہؓ کی دوسری صلاحیتوں کو بھی سلام... لیکن جیسا کہ گزشتہ حصے میں ہم ذکر کر چکے ہیں ان کا یہ فعل شریعت کی واضح نص کے خلاف تھا۔ لہٰذا امت کی گاڑی بلکہ موزوں تر ہو گا اگر یہ کہا جائے کہ خلافت کی گاڑی اسی لمحے پٹڑی سے اتر گئی اور آج تک اتری ہوئی ہے۔ مرحلہ بہ مرحلہ خلافت پر کیا گزری۔ مختصراً یوں:

دورِ خلیفۂ ثالث میں مصر' کوفہ' بصرہ بلکہ خود مدینہ کے بعض لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی اس پالیسی سے اختلاف ہو گیا کہ انہوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو اہم عہدے عطا کئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (جو عشرۂ مبشرہ میں ہونے کے ناطے سے ان اصحاب میں شامل تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے پانچ دوسرے اصحاب کے ساتھ خلافت کے لئے تجویز فرمایا تھا) کو معزول کر کے حضرت عثمان غنیؓ نے کوفہ کی گورنری پر اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیطؓ کو مقرر فرمایا۔ پھر اس کے بعد یہ گورنری اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاصؓ کو دی۔ حضرت ابو موسٰی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشعریؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبد اللہ بن عامرؓ کو مامور فرمایا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا۔ اسی طرح اپنے چچا زاد بھائی مروان بن الحکم کو اپنا سیکرٹری بنایا اور حضرت معاویہؓ کی گورنری میں کئی اور علاقے شامل کر دیے۔ اس طرح عملاً ایک ہی خاندان پوری اسلامی دنیا پر قابض ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کے یہ اقدامات زیادہ تر حلیم و ملنسار طبعی رجحان کی وجہ سے ہی تھے۔ لیکن ایسے اقدامات کی بنا پر اختلافات بڑھتے بڑھتے عثمان غنیؓ کی شہادت پر منتج ہوئے۔

شومئی قسمت تاریخ اسلام نے وقت کے اس موڑ سے ایک ناقابل فہم اور حقیقت میں انتہائی دل خراش و جانکاہ رخ اختیار کیا۔ شہادتِ عثمانؓ کے معاً بعد قدرتی طور پر مدینہ میں حالات سخت دگرگوں بلکہ مخدوش تھے۔ ان حالات میں جب کئی اصحابؓ اور اہلِ مدینہ نے باوجود ان کی ہچکچاہٹ کے بر سرعام حضرت علیؓ کو خلیفہ چنا تو چند ایک صحابہؓ اس لئے ان کی بیعت پر آمادہ نہ ہوئے کہ پہلے قاتلینِ عثمانؓ پر گرفت کی جائے۔ ان چند ایک صحابہؓ کی بیعت نہ کرنے سے خلافت پر چنداں اثر نہ پڑتا لیکن ایک صوبے یعنی شام کے گورنر حضرت معاویہؓ نے نہ صرف بیعت سے انکار کیا بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ ان کا یہ اقدام ذاتی حیثیت میں ہوتا پھر بھی چنداں فرق نہ پڑتا لیکن ظاہر ہے ایک صوبے کے گورنر کی حیثیت میں ایسی حرکت تو اسلامی دنیا کے حصے بخرے کرنے کے مترادف تھی۔

شورشیوں یا قاتلینِ عثمانؓ کی گرفت کرنے میں تو کوئی کلام ہی نہیں لیکن اس کی دو صورتیں ممکن تھیں۔ پہلی تو یہ کہ خلیفۂ وقت کی بیعت کی جاتی اور اس کے ہاتھ اس قدر محفوظ کر دیے جاتے کہ وہ ان شورشیوں کو بطورِ باغی سزا دیتے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ خلافت کو بہر طور مستحکم کیا جاتا۔ پھر قانون کے مطابق قاتلینِ عثمانؓ پر مقدمہ چلا کر شریعت کے عطا کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق انہیں سزا دی جاتی۔ بغیر عدالتی کاروائی کے سزا کا مطالبہ بھی اس جلیل القدر صحابیؓ سے کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا جنہوں نے خلیفۂ وقت ہوتے ہوئے بھی اپنی چوری شدہ زرہ کا معاملہ خود یہودی سے چکانے کی بجائے کیس کو عدالت میں لے جانا ضروری سمجھا۔ قاتلینِ عثمانؓ سے فی الفور بدلہ لینے کے متعلق غلط فہمیوں' بدگمانیوں اور بے اعتمادیوں کی فضا کوفہ کی فضاؤں میں بھی برپا ہو گئی۔ نتیجتہً ہردو مقامات پر مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں ہی سے ٹکرا گئیں۔ جمل و صفین جیسے فسادات مسلمانوں کا مقدر بنے' تسبیح کے دانے بکھر گئے اور سب سے بڑھ کر امت خلافت سے ایک قدم اور دور چلی گئی۔

حقیقت میں ملوکیت کی داغ بیل تو اسی لمحے پڑ گئی تھی جب حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت حسنؓ کی خلافت سے دست برداری پر حضرت معاویہؓ سریر آرائے سلطنت ہو گئے۔ کیونکہ ان کی خلافت دی ہوئی نہیں' لی ہوئی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ مسلمانوں نے برضا و رغبت انہیں خلیفہ چنا ہو۔ ہاں البتہ جب وہ خود خلیفہ بن بیٹھے تو لوگوں کے لئے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ اس وقت اگر ان سے بیعت نہ لی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اس منصب سے از خود دست بردار ہو جاتے۔ بیعت نہ لینے سے افراتفری' بدنظمی ہی جنم لیتی جسے بہرحال امن اور نظم پر ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی۔ بالفاظِ دیگر خانہ جنگی کو ختم کرنے کی خاطر صلحائے امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔

اسلامی تاریخ میں یہی وہ موڑ ہے جہاں سے خلیفہ چننے کے اس دستور کو بدل دیا گیا کہ کوئی شخص خود کسی عہدے کے لئے امیدوار نہیں ہو سکتا۔ بیعت اقتدار کا نہیں بلکہ اس کا سبب ہوتی۔ شورائی طریقِ حکومت کا قلع قمع کر دیا گیا' بیت المال کے امانت ہونے کا تصور جاتا رہا۔ حکمرانوں کے طرزِ زندگی میں امراء کے سج دھج آ گئے۔ آزادئ اظہارِ رائے کا خاتمہ ہو گیا۔ عدلیہ آزاد نہ رہی' قومی عصبیتیں پھر عود کر آئیں اور سب سے بڑھ کر سیاسی قیادت کو مذہبی قیادت سے علیحدہ کر دیا گیا۔

خلافت سے تیسری بڑی روگردانی اس وقت ہوئی جب حضرت معاویہؓ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی خلافت کے زمانہ میں ہی اپنے بیٹے یزید کو نہ صرف اپنے جانشین کے طور پر نامزد کر دیا بلکہ اپنے گورنروں اور دوسرے ارباب حل و عقد سے ان کی بیعت کروائی اور چشم فلک حیران و ششدر کہ اکثر و بیشتر یہ کاروائی جوڑ توڑ سے ہی کروائی گئی۔ یوں اسلام میں ملوکیت کا آغاز ہوا اور یہیں سے وہ خاندانی وجاہتوں اور موروثی بادشاہتوں کا چلن چل نکلا' پہلے بنی امیہ' پھر بنی عباس' پھر آلِ عثمان۔ حکمرانوں کو کون ٹوک سکتا تھا۔ ہر ملک بادشاہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کو خلیفہ کہلوانے پر مصر رہا بلکہ خطبۂ جمعہ میں یوں ہی پکارا جاتا رہا۔ ۸۴۷ء یعنی واثق باللہ کی وفات تک تو بہرحال اسلامی دنیا کا حکمران ایک ہی رہا لیکن اس کے بعد نام نہاد خلافت' حقیقی خلافت سے ایک قدم اور دور ہو گئی جب بادشاہتیں خلافتوں کے روپ میں معرضِ وجود میں آ گئیں۔

ہماری تقسیم کے مطابق چوتھا مرحلہ متوکل کے دور (۸۴۷ء) سے شروع ہوا اور سقوط بغداد جب آخری عباسی بادشاہ (خلیفہ) مستعصم باللہ تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوا انجام پذیر ہوا۔ پہلے برائے نام خلافت تین حصوں میں تقسیم ہو گئی پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خلافتِ بغداد خود سمٹ سمٹا کر بغداد اور اس کے اطراف و اکناف میں محدود ہو کر رہ گئی۔ یہ دور اسلام کے نقطۂ نظر سے پہلے ادوار کی نسبت زیادہ گھناؤنا تھا۔ لیکن امتِ مسلمہ کو ابھی مزید بد بختیوں سے دوچار ہونا تھا۔

خلافت سے فراری کے اگلے دور کا آغاز اس وقت ہوا جب خواجہ سراؤں' خادماؤں' کنیزوں' بیگمات اور شہزادوں کے مارگزیدہ خلفاء اپنے ہی گورنروں اور سلاطین کے رحم وکرم پر گذر بسر کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ سلاطین اپنے اپنے علاقوں پر گرفت مضبوط کرتے گئے۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آ گیا کہ یہ خلیفہ گر بن گئے۔ جب چاہتے یہ خلیفوں کو معزول اور معطل کر دیتے۔ جب چاہتے انہیں جیل میں ڈال دیتے اور نہیں تو خود ہی خلیفہ بن بیٹھتے۔ اس طرح سے پانچویں مرحلے میں ملوکیت کا سنگھاسن طوائف الملوکیت کا روپ دھار گیا۔ طوائف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الملوکی سے بڑھ کر اور کون سی بڑی گراوٹ ہو سکتی ہے لیکن شومئی قسمت امت نے ابھی خلافت سے کوسوں میل اور دور ہونا تھا۔

اقتدار کی دوڑ میں ہر سلطان اور گورنر کی ایک طرف تو یہ کوشش رہی کہ وہ خلافت سے بہرحال اپنا ربط رکھے خواہ وہ کتنا ہی بے جان و کمزور کیوں نہ ہو تو دوسری طرف ان میں سے ہر ایک نے بیرونی طاقتوں سے روابط جوڑے تاکہ بوقتِ ضرورت ان سے استفادہ کر سکیں۔ ظاہر ہے جب ان بیرونی دشمن طاقتوں نے بھانپ لیا کہ سلاطین و حکمران انہیں کے بل بوتے پر جی رہے ہیں تو وہ خود مسلمان خطوں میں آ دھمکے حتیٰ کہ اس چھٹے مرحلے میں اکثر و بیشتر پوری امت اغیار کی غلامی میں جکڑی گئی۔

ساتواں مرحلہ جس میں سے امتِ مسلمہ (یاد رہے خلافت کی عدم موجودگی میں امت ہے ہی نہیں، قومیں ہیں کوئی اردنی، کوئی پاکستانی، اور کوئی ایرانی وغیرہ) اس وقت گذر رہی ہے دورِ ضلالت کا غالباً انتہائی مکروہ منظر ہے۔ یعنی مسلمانوں کے اعداء بذریعہ ریموٹ کنٹرول اپنے اپنے دار الحکومتوں میں بیٹھے احوالِ امت کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی انہیں ہر چیز گوارا ہے اگر نہیں گوارا تو محمد عربی ؐ کے پیروکاروں کی مسلمانی اور اللہ کا پسندیدہ نظامِ عدل و قسط یعنی خلافت۔ دنیا میں کسی جگہ کوئی مسلمان سر اٹھائے یہ چیلوں کی طرح اس پر لپک پڑتے ہیں۔ نہ صرف خود لپک پڑتے ہیں بلکہ چند دوسرے مسلمان حکمرانوں کو ساتھ ملا کر یہ آئے دن کسی نہ کسی مسلمان حکمران کو ڈاؤن کرنے کیلئے یہ ڈرامہ رچائے رکھتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کہیں روئے زمین میں خلافت دوبارہ عود نہ کر آئے کیونکہ خلافت میں طاقت ہے اور طاقت میں ان دشمنوں کی اپنی موت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

ہماری مشکلات اور ان کا حل

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا وقت کے اس موڑ پر امتِ مسلمہ آج اگر ذلت و خواری سے دوچار ہے تو یہ حادثۂ جانکاہ کوئی راتوں رات نہیں ہو گیا۔ ہمارے زوال کی داستان تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پر محیط ہے۔ جس نسبت سے ہم خلافت سے دور ہوتے چلے گئے اس سے کئی گنا سرعت سے ہم قعرِ ذلت و مسکنت میں لڑھکتے چلے گئے۔ جیسا کہ شروع میں کہا گیا اگر ربِ کائنات بالفرض ایک ساعت اس کائنات سے لاتعلق ہو جائے تو اسی لمحے پوری کائنات کے نظام کی بربادی لازمی ہے۔ اسی طرح جب حاملینِ خلافت اپنے فرائضِ منصبی سے منہ موڑ گئے تو اس دنیا کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ جب دنیا کی قیادت صالحین کی بجائے اللہ کے باغیوں کے ہتھے چڑھ گئی تو شر' فساد' استحصال' عریانی و فحاشی وغیرہ کا لاوا پھوٹ پڑا۔ دنیا ظلم سے بھر گئی۔ جہنم کی آگ ہر طرف دہکنے لگی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون ضابطۂ حیات بن گیا۔ دنیا کے باسی بشوں (جھاڑیوں) اور گورباچوفوں یا گورباچوبوں (موجودہ سربراہان امریکہ و روس) یعنی لکڑیوں کے رحم و کرم پر ہو گئے۔ بھولے بھٹکے اور بگڑے ہوئے معاشروں کی کرتوتوں سے دنیا وہی منظر پیش کرنے لگی جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم : ٤١)

"خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے"

آگے بڑھنے سے پہلے اس حقیقت کو اچھی طرح ازبر کر لیں کہ مسلمانوں کا اس دنیا میں عروج و زوال براہِ راست خلافت کے وجود و عدم سے منسلک ہے۔ جب خلافت قائم تھی دنیا میں غالب بھی ہم ہی تھے۔ جونہی خلافت سے قدرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روگردانی ہوئی ' ہم بھی اسی نسبت سے نظامِ خلافت کی برکات سے محروم ہو گئے۔ پھر جب خلافت بے جان و برائے نام ہو گئی تو ہم اغیار کی غلامی اور کاسہ لیسی پر مجبور ہو گئے اور آج جب خلافت کا وجود ہے ہی نہیں ' ہم ہیں کہ کفار و مشرکین کے رحم وکرم پر۔ یعنی وہ ہیں ترقی یافتہ ممالک (Developed Nations) اور ہم ہیں تیسری دنیا کے ممالک (Third world countries)۔ یہ بھی ان کی ڈپلومیسی ہے کہ وہ ہمیں "تھرڈ ورلڈ اقوام" کہتے ہیں ورنہ ان کا مطلب تو "تھرڈ کلاس لوگ" ہی کہنا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ایسا کہنے میں ان کا چنداں قصور بھی نہیں کیونکہ ۔ اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔

بیماری و علالت کی تشخیص ہو چکی ۔ ہماری جملہ گراوٹوں ' ذلتوں اور مسکنتوں کی "ایک" ہی وجہ ہے اور وہ ہے دنیا میں اس وقت خلافت کا نہ ہونا۔ علاج بھی واضح کہ خلافت کی بحالی ہی سے ہم مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسی ، مشکلات جن سے خلافت نہ ہونے کی وجہ سے ہم وقت کے اس موڑ پر دو چار ہیں یا بالفاظِ دیگر جو خلافت ہی کی بحالی اور دوبارہ قیام سے حل ہو سکتی ہیں ' درج ذیل کی جاتی ہیں۔ یاد رہے اس چھوٹی سی تصنیف میں ان جملہ مشکلات کا احاطہ تو ناممکن ہے جو اس وقت امت کو درپیش ہیں لہٰذا ہم چند نمایاں اور موٹے موٹے مسائل کے ذکر پر ہی اکتفاء کریں گے۔

وسائل و ذرائع کی مصنوعی تقسیم

خلیفہ وخلافت سے روگردانی کر کے اور وہ بھی اغیار کی سازشوں کے تحت ہم نے اسلامی دنیا کو مصنوعی حد بندیوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ ایران ' اردن ' پاکستان ' سعودی عرب ' مراکش وغیرہ اس عظیم تر اسلامی مملکت کے صوبے تو ہو سکتے تھے جو ایک خلیفہ کی زیرِ قیادت ہوتی اور جسے ہم "دار السلام" (۱) سے موسوم کرتے ' خود

(۱) اس سلسلے میں ہمارے رسالے "دار السلام" کا مطالعہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختار مملکتیں قطعاً نہیں ۔ بات کتنی واضح ہے کہ خلافتِ راشدہ کے دور میں جب اسلامی دنیا کی سرحدیں افغانستان سے مراکش تک پھیلی ہوئی تھیں اور جب وہ ذرائع ابلاغ اور ذرائع آمد و رفت یکسر نہ تھے جو آج ہیں تو پوری اسلامی دنیا ایک ہی خلیفہ کے زیرِ کمان تھی لیکن آج جب پورا کرۂ ارض " ایک دنیا " (One World) کا روپ دھارے ہوئے ہے تو ہم مسلمان قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر اپنی اس عظیم دنیا کو تقریباً پچاس خود مختار مملکتوں میں تقسیم کئے ہوئے ہیں ۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا اس سے زیادہ دانائی و حقیقت فہمی کی بات اور کیا ہوگی کہ دین محض ایک عقیدہ (Dogma) ہے اگر صرف تھیوری اور تصور میں رہے ۔ لیکن جب اسے بالفعل قائم کردیا جائے تو یہی خلافت ہے ' اسی کو اقامتِ دین کہتے ہیں اور یہی تمام پیغمبروں کی جدوجہد کا ماحاصل رہا ہے ۔

اب ان پچاس خود مختار مملکتوں اور ان کے اتنے ہی سربراہوں ' جو شعوری یا غیر شعوری طور پر غاصبانہ پوزیشنوں پر متمکن ہیں ' کے معرضِ وجود میں آنے سے اسلام کو جو سب سے بڑا نقصان (Setback) ہوا وہ یہ کہ ہمارے وہ وسائل و ذرائع جو ایک سربراہ کی کمان پر ہونے تھے منقسم ہو کر اپنی افادیت کھو بیٹھے ہیں ۔ بلکہ اکثر و بیشتر ان درجنوں سربراہوں کے آپس کے تصادم کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں ۔ جو باہمی تصادم کی نذر ہونے سے بچ جاتے ہیں ' انہیں آسان شرائط بلکہ استحصالی طور پر اغیار کو لوٹنے کا موقع مل جاتا ہے ۔ مثال کے طور پر آپ ذرا غور کریں تو اس وقت صورتِ حال کچھ ایسی ہے کہ تقریباً آدھی مسلم دنیا کفار و مشرکین کی مقروض ہے جب کہ باقی آدھی ان کفار و مشرکین کی داتا ۔ یعنی اغیار کے بینک ' کارخانے ' فیکٹریاں وغیرہ چل رہی ہیں تو عرب شیوخ کے سرمائے سے ۔

انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک پھیلی ہوئی اسلامی دنیا میں ہر طرح کی آب و ہوا اور زمینی خاصیتیں (soil characteristics) میسر ہیں ' لہٰذا دنیا کی کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیداوار ایسی نہیں جو اس وسیع و عریض خطۂ زمین میں پیدا نہ ہو سکتی ہو۔ لیکن ہمارے آپس کے عدم تعاون (Non co - ordination) اور خود غرضانہ پالیسیوں کی وجہ سے ہمیں پیٹ پوجا تک کے لئے اغیار کے کھیتوں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔

زیرِ زمین ذخائر کا تو کیا کہنا۔ شاید ہی کوئی دھات اور دوسرے ذخائر ایسے ہوں جو دنیا کے اس خطہ میں نہ پائے جاتے ہوں۔ پھر دنیا کا سب سے بڑا ہتھیار اور سیال سونا یعنی تیل تو سمندروں کی مانند اسی خطۂ ارض میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ لیکن خلیفہ کی عدم موجودگی میں کیا ہے یہ سب کچھ کس گن؟ بدنظمی تک کی یہ حد کہ ہر قسم کا خام مال (Raw Material) اونوں پونوں میں چھینا جاتا ہے تو ہم سے اور پھر ڈھال ڈھلا کر مہنگے داموں بیچا جاتا ہے تو وہ بھی ہمیں اللوں تللوں کے پاس۔ یقین نہ آتا ہو تو خانہ کعبہ کے اردگرد کی مارکیٹوں میں جاکر خود بچشم سر دیکھیں۔

پھر ربِ کعبہ نے اسلامی دنیا کو کرۂ ارض پر ایسی جگہ دے رکھی ہے کہ اکثر و بیشتر بری، بحری اور فضائی شاہراہیں اسی حصہ سے ہو کر گذرتی ہیں۔ کسی ایک اور قوم کی نشاندہی کریں جسے ایسی سہولت حاصل ہو؟ لیکن امت کی کشتی کے ناخدا کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ بے معنی و رائیگاں۔ قصہ دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ اس وقت بھی اسلامی دنیا کے پاس افرادی قوت بے پناہ، سرمایہ بے حد و بے حساب، زمینی ذخائر بے انداز، دنیا بھر کی شاہراہوں کی لگام اس کے ہاتھ میں، لیکن خلافت کی عدم موجودگی میں ہر چیز بدنظمی و بے ہنگمی کا شکار۔ گھر میں اگر آٹا دال، مصالحہ وغیرہ سب کچھ ہو لیکن اہلِ خانہ کو بھوکا رہنا پڑے یا بدمزہ کھانا میسر ہو تو قصور کس کا؟ ظاہر ہے یا رانی کی بے سلیقی کا یا ملازمین کی لوٹ کھسوٹ کا۔

اغیار غالب، خیرِ امت مغلوب

کلیجہ منہ کو آتا ہے یہ رقم کرتے ہوئے کہ اس وقت دنیا میں اسلام والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغلوب ہیں اور کفار و مشرکین ہیں کہ غالب و قاہر۔ عالمی برادری کے ادارہ یعنی سلامتی کونسل کے کل ۱۵ ارکان ہیں جن میں سے پانچ ہیں کہ مستقل اور باقی دس غیر مستقل۔ چراغ لے کر ڈھونڈھیں آپ کو ان مستقل ارکان میں ایک بھی مسلمان نہیں ملے گا۔ ظاہر ہے اول تو یہ مستقل اور غیر مستقل ہونا ہی غیر مستقل ارکان کی طرف سے مستقل ارکان کو غالب تسلیم کرنے کے مترادف ہے لیکن اس پر مزید استہزا یہ کہ مستقل پانچ ارکان میں سے ہر ایک "ویٹو پاور" کا حامل ہے۔ یعنی دنیا کی پوری برادری بھی اگر کوئی قرارداد پاس کر لے تو "ویٹو پاور" کا حامل کوئی ملک تن تنہا اپنی ایک ٹھوکر سے اسے رد کر سکتا ہے۔

پھر عالمی سطح پر جتنے ادارے ہیں ان کے ہیڈکوارٹرز زیادہ تر ان ممالک میں ہیں جو غیر مسلم ہیں۔ عالمی سطح پر کوئی سیمینار یا مذاکرہ وغیرہ ہو تو اس کی زبان (Medium of instructions) وہ زبانیں ہوتی ہیں جو غیر مسلموں کی ہیں۔ حد یہ کہ ایسے مذاکروں کا انعقاد اگر کسی مسلمان ملک میں بھی ہو تو مذاکرہ بہرحال انگریزی یا کسی دوسری بدیسی زبان میں ہی ہو گا۔ دنیا کی منڈی میں چلے جائیں، لین دین ڈالر، پونڈ سٹرلنگ یا ین وغیرہ میں ہو گا۔ آپ اپنے ملک کی کرنسی اٹھاتے پھریں، کوئی پہچانے گا ہی نہیں جب تک آپ خود اس کا حدود اربعہ واضح نہیں کریں گے کسی مسلمان ملک کی کسی یونیورسٹی کی سند بے وقعت سمجھی جائے گی جب تک اس پر کسی غیر مسلم یونیورسٹی کا ٹھپہ نہ لگ جائے۔ مرعوبیت کا یہ عالم ہے کہ آپ غیر مہذب ہی گردانے جائیں گے جب تک آپ وہ زبان نہ بولیں جو سفید چمڑی والا بولتا ہے بلکہ بولتے وقت وہی لہجہ تک استعمال نہ کریں جو اس کے حلق سے نکلتا ہے، وہ لباس نہ پہنیں جو وہ زیب تن کرتا ہے اور وہی بود و باش نہ رکھیں جو وہ رکھتا ہے۔ آپ کے بچوں کو جاہل ہی تصور کیا جائے گا اگر وہ ابو امی کی بجائے ڈیڈی، اور ممی نہ کہیں یا چچا، چچی جان کی بجائے انکل اور آنٹی کے کلمات استعمال نہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اللہ رب العزت تو ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کرتا جو دنیا میں مغلوب رہ کر گذر بسر کر رہے ہوں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد رہتی دنیا تک انسانوں بالخصوص ان لوگوں تک جو غیر مسلم گھرانوں میں پیدا ہو گئے قرآن و سنت کا پیغام پہنچانا امتِ مسلمہ کا فرض منصبی ہے۔ امت یہ فرضِ منصبی اسی صورت میں ادا کر سکتی ہے جب اس سے بڑھ کر کوئی اور طاقتور گروہ یا سپر طاقت دنیا میں موجود نہ ہو ورنہ ایسی طاقت پیغام پہنچانے کے عمل میں حائل ہو کر کروڑوں انسانوں' جن کی نجات کا دار و مدار پیغام رسانی پر تھا' محروم رکھنے کا باعث بن جائے گی ۔ یہ وہ صورت حال ہے جو اس وقت دنیا میں بالفعل موجود ہے۔ یعنی غلبہ ہے دنیا پر تو کفار و مشرکین کا اور مغلوب ہیں تو مسلمان۔ یہ مشکل کبھی درپیش ہی نہ آتی اگر دنیا میں خلافت قائم ہوتی ۔ لیکن موجودہ صورت میں مسلمان بھی خدا کے ہاں قابلِ گرفت ہیں کہ وہ اپنے فرضِ منصبی کی انجام دہی سے قاصر ہو گئے اور وہ اربوں انسان بھی سزا کا مستوجب ٹھہرے جن تک اگر پیغام پہنچ جاتا تو شاید ان میں سے اکثر کی نجات کا باعث بن جاتا۔ اکثر کا لفظ ہم نے اس لئے استعمال کیا کیونکہ اسلام مسلمانوں کو غیر مسلموں تک صرف پیغام پہنچانے کا مکلف قرار دیتا ہے' کسی کو بزور مسلمان کرنے کا نہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں ہدایت یہ ہے کہ "لا اکراہ فی الدین " یعنی دین کے معاملہ میں جبر نہیں"۔ بالفاظِ دیگر کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ضرور ہی مسلمان ہو۔ پیغام حاصل کرنے کے بعد اگر کوئی گذشتہ روش اور پہلے سے اختیار شدہ دین پر قائم و دائم رہنا چاہتا ہے تو مسلمان مملکت میں بھی ایسا کرنے کا کلیۃً مجاز ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ پیغام پہنچانے کے عمل میں مزاحم نہیں ہو سکتا۔ پیغام پہنچنے کے بعد بہرحال وہ اپنی صوابدید کے مطابق زندگی گذارنے کا مکمل اختیار رکھتا ہے (He can exist but can't resist)۔

اگلے موضوع پر بحث کرنے سے پہلے ہم اس مقام پر پھر ایک بار اس انتہائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری سوال کو اٹھاتے ہیں کہ یہ دنیا میں غیر فطری الٹ پلٹ کہ جن کو غالب ہو کر رہنا تھا وہ مغلوب اور جن کا مقدر مغلوبیت تھا وہ غالب کیسے ممکن ہو گیا ہے ؟ چند الفاظ میں اس کا جواب یہی ہے کہ دنیا سے نظام خلافت کے انقطاع یا عدم موجودگی کی صرف "ایک" وجہ سے ۔ امت کو درپیش اس عظیم مسئلے کا حل بھی مضمر ہے تو صرف بحالیٔ خلافت میں ۔ وہ عدلِ اجتماعی آج بحال ہو جائے ' کل والا سورج انشاء اللہ اس دنیا پر طلوع ہو گا جہاں اسلام غالب ہو گا ۔ فطری ماحول میسر ہو گا تو فطری نتائج بر آمد ہوں گے ورنہ اس پودے کی مانند جو کھلی فضا میں ہی نشو ونما پانے کا عادی ہو اگر آپ اندھیری کوٹھری میں رکھ دیں تو بیچارا پودا مشکلات سے ہی دو چار ہو گا ' لاکھ جتن کریں کبھی بار آور نہ ہو گا ۔

کافر مطاع ، مسلم مطیع

جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسلامی دنیا کے وسائل و ذرائع ایک سربراہ کی کمانڈ پر ہوتے تو دنیا میں اسلامی دنیا کے پائے کی دوسری کوئی طاقت ہوتی ہی نہ ۔ کیونکہ ایسی صورت میں تو مسلمانوں کو نصرتِ ایزدی بھی میسر ہوتی اور ظاہر ہے جس کو تائیدِ ایزدی حاصل ہو اس کی طاقت کا اور ثانی کون ؟" ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم " مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی اور کم کوشی کی وجہ سے جب اغیار بالا ہو گئے تو وہ اس پوزیشن میں بھی ہو گئے کہ مسلمانوں کو اپنی من مانیوں کا نشانہ بنائیں اور جیسا چاہیں ڈکٹیٹ (Dictate) کرائیں ۔ چنانچہ مسلم دنیا کا اب تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جن کو انہوں نے مطلوبہ حدود (Within bounds) کے اندر رکھنا تھا وہ الٹے انہیں اپنی خواہشات اور من مرضیوں کا پابند کئے ہوئے ہیں ۔ دینِ قیم میں مسلمانوں کو جو ہدایات دی تھیں وہ تو یوں :

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ، إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ (الأنعام : ۱۱٦)

"اور اے محمدؐ! اگر تم ان لوگوں کی اکثریت پر چلے جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔"

ایک دوسری جگہ پر فرمایا:

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ دَعْ اَذٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ، وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا . (الأحزاب : ٤٨)

"اور ہرگز اطاعت نہ کرنا کفار و مشرکین کی اور نہ کوئی پروا کرنا ان کی اذیت رسانی کی۔ بھروسہ کرنا اللہ پر۔ اللہ ہی اس کے لئے کافی ہے کہ آدمی اپنے معاملات اس کے سپرد کردے۔"

یہی مفہوم ہے ہادیٔ برحق علیہ اسلام کے اس ارشادِ مبارک کا جس میں آپ نے فرمایا کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ قرآن وسنت کی ان واضح ہدایات پر امت مسلمہ کیسے عمل پیرا ہے۔ آئیں ڈالیں ایک نظر اس داستان حزن وغم پر:

قرآن کریم میں تاکیداً کہا گیا کہ اتنے مسلح رہو کہ دشمن کے گھر میں تمہاری دہشت رہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ، لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ .(الأنفال: ٦٠)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور تم لوگ، جہاں تک، تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور
تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لئے مہیا رکھو
تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے
اعداء کو خوف زدہ رکھو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے"

اب ایک طرف تو اللہ کا یوں دوٹوک آرڈیننس اور دوسری طرف امریکہ کا یہ کہنا کہ کوئی مسلمان ملک ایٹم بم بنانے کی سوچ تک نہیں، واقعات کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ ۔ کس کی مجال کہ امریکہ کی ٹالے؟ ۔ معذرتوں پہ معذرتیں کہ ہم ہرگز ایسی جسارت نہیں کریں گے ۔ ہمارا ایٹمی پروگرام تو محض پرامن مقاصد کے لئے ہے ۔ ایسا ہو گیا کیونکہ ہم اپنے رب کی اطاعت کی بجائے امریکہ کی اطاعت پر مجبور ہیں ۔ محض اس لئے کہ خلافت سے منہ موڑ کر ہم اتنے گر گئے کہ یہ تک سوچ بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ تو کبھی قیامت کو پوچھے گا ۔ لیکن امریکہ بطور توکل ہی ہمارا حقہ پانی بند کر دے گا ۔

مالی و اقتصادی امداد کا معاملہ لے لیں ۔ ہمیں حکم جو دیا گیا تو یہ کہ کفار و مشرکین کو ذمی اور چھوٹا یعنی "صاغرون" بنا کر رکھنا ہے اور اس چھوٹے ہو کر رہنے اور اپنے آپ کو خلیفہ وقت کی محافظت میں دینے کے صلے میں ان سے جزیہ وصول کرنا ہے ۔ فرمایا:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا
بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ
وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا
الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ.
(التوبۃ : ۲۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جنگ کرو اہلِ کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دینِ حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔"

اب ہمارے رب کا حکم تو کافروں سے جزیہ وصول کرنے کا ہے اور کافروں نے اس کے برعکس ہمیں اس طرح پھانس رکھا ہے کہ ہم نے پیٹ پوجا کی خاطر ان سے قرضوں پر قرضے لے کر نہ صرف خود کو بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی مقروض کر دیا ہے۔ اب بتایئے ہم کس کی اطاعت کر رہے ہیں؟ ان کافروں کی یا اپنے رب کی؟ اللہ کے رسول علیہ السلام کو تو یہ گوارا نہ ہوا کہ ایک ایسے شخص کا جنازہ پڑھتے جس کے متعلق پتہ چلا کہ وہ مقروض ہے جب تک کہ کسی دوسرے نے اس کا قرض ادا نہ کر دیا۔ اب اللہ کے رسول موجود ہوتے تو فرمایئے ہم میں سے کس کا جنازہ پڑھاتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کفار و مشرکین سے قرضے لے کر زیر بار ہونا تو دور کی بات' اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر دعا کیا کرتے' اے اللہ! مجھ پر کسی فاجر کا احسان نہ ہونے دینا کہ جس کی وجہ سے میرے دل کے کسی گوشے میں اس کے لئے محبت پیدا ہو جائے۔ تعلیمِ رسالت مآبؐ تو یہ کہ سوار ہونے کی حالت میں اگر کہیں چابک ہاتھ سے گر جائے تو خود اتر کر اسے اٹھالینا بہتر ہے اس سے کہ خواہ مخواہ آدمی کسی دوسرے کا ممنون ہوتا پھرے۔

پھر ہمارے رب کو یہ سخت ناپسند ہے کہ مسلمان غیر مسلموں سے دوستی کی پینگیں بڑھائیں۔ بلکہ جو مسلمان اس قبیح حرکت میں ملوث ہوں انہیں برملا منافق قرار دیتا ہے۔ قرآن میں آیا۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

، بِالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اَلنِّسَآءِ: ۱۳۸۔۱۳۹)

" اور جو منافق اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں ان کے لئے دردناک سزا ہے۔"

کافروں کے ساتھ دوستی تو درکنار ربِ کائنات کو یہ تک گوارا نہیں کہ کوئی مسلمان اپنے ایسے باپ اور بھائی سے راہ و رسم رکھے جن کے دلوں میں کفر کے لئے انس ہو: چنانچہ فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآئَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(التوبۃ: ۲۳)

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو ' اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہیں۔"

ادھر ہمارے رب کے یہ احکامات اور ادھر آدھی امت امریکہ کی دوست و مطیع فرمان اور دوسری آدھی روس وغیرہ کی۔ خدارا خود انصاف کیجئے ' ہم کس کی اطاعت کر رہے ہیں ؟ رحمان کی یا شیطان کی ؟ ہمارے حکمران تو جب ان کافروں کے صدور و وزراء سے ملتے ہیں تو قوم کو جو مژدہ سناتے ہیں وہ ہوتا ہی یہ ہے کہ بڑے دوستانہ ماحول میں بات چیت ہوئی۔ عالمی امور پر ہمارے خیالات میں مکمل ہم آہنگی پائی گئی۔ اف پناہ ' کفر اور اسلام میں ہم آہنگی اور وہ بھی مکمل ' ہوتا اصل میں یہ ہے کہ وہ اغیار تو ہمارے خود ساختہ اسلامی ممالک کے خود ساختہ سربراہان سے سب راز کی باتیں اگلوا لیتے ہیں اور ہم شاداں و فرحاں کہ کیا ہی اچھی پذیرائی ہوئی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ہماری۔

کفار و مشرکین کے ہاں پہنچتے ہی مسلمان راہنما جو دوسرا مژدہ بڑی دھوم دھام سے اپنے لوگوں کو سناتے ہیں۔ وہ یہ کہ فلاں ایئر پورٹ پر پہنچتے ہی ان کا انتہائی پرتپاک استقبال کیا گیا۔ توپوں کی سلامی دی گئی۔ سڑک کے دونوں طرف کھڑے لوگوں نے تالیاں بجا بجا کر استقبال کیا۔ فلاں فلاں اخبار نے پہلے صفحے پر فوٹو دے دی۔ کئی دفعہ تو ایسے اخبارات کی جھلک ٹیلویژن پر اٹھا اٹھا کر عوام کو دکھائی جاتی ہے۔ پھر ریڈیو ٹیلویژن پر بار بار یہ رٹ کہ فلاں بڑے نے ہمارے فلاں معرکے کو بڑا سراہا۔ ہماری فلاں کارکردگی کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔ عزت افزائی ایسی کہ برابری کی سطح پر خوشگوار ماحول میں مذاکرات کے دور ہوئے۔ اب ایک طرف تو اغیار سے عزت کی یوں بھیک اور دوسری طرف قرآن میں ربِ کائنات کا یہ فرمان:

أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيْعًا (النساء : ۱۳۹)

"کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔"

خود ہی فیصلہ فرمایئے یہ کس کی پیروی ہو رہی ہوتی ہے؟

پھر جیسا کہ ذکر ہوا دنیا کے باسیوں تک قرآن وسنت کی تعلیمات کا پہنچانا ہم مسلمانوں کا فرضِ منصبی ہے۔ ارشادِ ربِ کائنات یوں ہے:

أُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ (النحل : ۱۲۵)

"دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات کی دنیا میں کیا ہیں آج کے مسلمان لوگوں کے لئے باعثِ تقلید؟ کیا دنیا بھر میں ہر کچے اور پکے گھر میں خدا کا پیغام پہنچ رہا ہے؟ حقیقی صورتِ حال اس قدر مختلف ہے کہ دنیا میں اس وقت جو تہذیبیں غالب ہیں مسلمان ان کے اطوار و آداب کی نقل اتارنے کو اپنے لئے باعثِ افتخار سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کسی ایسی مخلوق کو دیکھیں کہ جس کا لباس بدیسی' زبان انگریزی' رسم و رواج ہندی' خورد و نوش چائنی' بود و باش یورپی اور دین و مذہب کلیسائی ہو تو سمجھ لیں کہ یہ مسلمان ہے دنیا والوں کی رہنمائی پر مامور خود ایسا بھٹکا' ایسا بھولا کہ دوسروں کے پیچھے لگ گیا۔ دوسروں کو راستہ دکھانے والا خود اغیار کے راستے پر چل نکلا' بلکہ کچھ زیادہ ہی پھرتی اور سرعت کے ساتھ۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

خود ہی بتایئے' کون سا سرمایہ عمل لے کر ہم قیامت کے دن حاضر ہوں گے اپنے رب کے حضور؟ کس کی اطاعت کی جا رہی ہے اور کون ہے اطاعت کرنے والا؟ کیا ابوبکرؓ و عمرؓ کسی قیصر و کسریٰ سے ایسے روابط رکھتے تو آتا وہ وقت کہ افغانستان سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک پوری سرزمین اسلامی جھنڈے کے تلے آ جاتی؟ ان کی خلافت' خلافت الٰہیہ تھی جبکہ ہماری ہے حجام کی سی۔ ربِ کائنات کی اس دنیا میں پھر وہی فضا پیدا ہو سکتی ہے بشرطیکہ اسی طرح کی خلافت دنیا میں پھر برپا ہو جائے۔

باہم دگر:

دنیا میں مسلمان ہی انسانوں کا وہ گروہ ہے جو ایک اللہ اور ایک کتاب کو مانتا ہے پاکستان کے کسی دور افتادہ گاؤں میں نماز پڑھیں یا الجزائر کے کسی قصبہ میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو ایک ہی طرز کی مسجد' ایک ہی ڈھنگ کا وضو' ایک ہی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے امیر کی امامت ' ایک ہی کتاب سے تلاوت ' ایک ہی طرح کی صفیں ' ایک ہی رسول کی سنت اور ایک ہی طرف سب کا رخ ۔ یہی نہیں بلکہ تمام کے تمام ایک ہی ضابطۂ حیات کے پابند اور ایک ہی طرح کی بود و باش ۔

کبھی ایک وقت تھا کہ ان کی سوچ ' ان کی لگن اور ان کا مقصدِ حیات بھی ایک تھا ۔ ان کی تگ و دو اور جدوجہد کا ہدف و منتہیٰ بھی ایک تھا ۔ دنیا کے دور دراز خطوں میں رہتے ہوئے ' طرح طرح کا لباس پہننے کے باوجود اور ہزاروں زبانیں بولنے کے علی الرغم یہ سب ایک تھے ۔ ایک ہی دیوار کی مختلف اینٹیں اور ایک ہی جسم کے مختلف حصے ۔ رنگ و نسل مختلف لیکن سب بھائی بھائی اور ایک رشتۂ اخوت میں منسلک ۔ ان کا دکھ درد سانجھا تھا ۔ ایک کا دشمن تمام کا دشمن اور ایک کا دوست تمام کا دوست تھا بلکہ ان کی دوستی اور دشمنی تھی ہی اللہ کے لئے ۔

یہ وہی وقت تھا جب ان تمام کا سربراہ ایک تھا ' جب یہ بنیان مرصوص کی مانند تھے ۔ جب خلافت قائم تھی اور یہ مغرب و مشرق کے تمام باسی ایک ہی مملکت کے باشندے تھے ۔ کوئی کسریٰ کے خلاف لڑ رہا تھا تو کوئی قیصر کے خلاف لیکن سب کا کنٹرول روم مدینہ منورہ میں ۔ یہی وہ وقت تھا جب اسلام غالب تھا اور اسلام والے " الاعلون " تھے ۔ یہی وہ وقت تھا جب ہزاروں مربع میل رقبہ ہر روز ان کی مملکت کا حصہ بنتا تھا ۔ جب مشرق و مغرب کے خزانوں نے اپنے منہ ان کی طرف کھول دیئے تھے ۔ دنیا کے ستائے ہوئے اور اپنوں سے زخم کھائے ہوئے جب ازخود ان کی طرف لپکتے اور ان کی پناہ میں آکر عافیت پاتے تھے ۔ یہ دور تھوڑے عرصے پر محیط رہا لیکن آج تک اس کی مہک فضائے بسیط میں محسوس کی جا رہی ہے ۔ اسی دور کی چمک آج بھی لاکھوں کروڑوں سینوں کو گدگدا رہی ہے ۔ اے کاش ! ایسا دور قدرے اور لمبے عرصے پر محیط ہوتا ' اگر ایسا ہوتا تو یقیناً آج کی دنیا بلکہ رہتی دنیا تک کا نقشہ یکسر مختلف ہوتا ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دور کب اختتام پذیر ہوا؟ یہ بہاریں اور ادائیں کب انجام کو پہنچیں؟ ٹھیک اسی وقت جب خلافت کی بساط لپیٹ دی گئی اور ملوکیت نے ڈیرے آ جمائے۔ "سید القوم خادمہم" کی طرح کے لوگ اکثر و بیشتر چل بسے' دستوریت' جمہوریت بلکہ لاقانونیت کے ولدادہ مسلمانوں پر مسلط ہو گئے۔ عین اسی وقت سے امتِ مسلمہ کا آفتابِ عروج نصف النہار سے نیچے لڑھکنے لگا۔ فتوحات ایک عرصہ تک بعد میں بھی جاری رہیں۔ اللہ کے راستے میں جانیں لڑانے والوں کا بعد میں بھی غلبہ رہا۔ "ہر مُلک مِلکِ ماست کہ مِلکِ خدائے ماست" کی بازگشت بعد میں بھی سنی جاتی رہی۔ فقہاء و محدثین کے جوہر بعد میں بھی عیاں ہوتے رہے لیکن یہ تمام ثمرہ تھا اسی شجر کا جو دورِ رسالت میں لگایا گیا اور جس کی پرورش دورِ خلافتِ راشدہ میں ہوئی۔

یہ راشدہ اور غیر راشدہ کی تقسیم اور اندوہناک تبدیلی کو امت نے ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہ کیا۔ معرکہ ہائے جمل و صفین اسی موڑ پر ہوئے۔ کربلا کی خاک اسی دورانئے میں خون آلود ہوئی۔ اور کوئی ہوتا تو شاید یہ کڑوی گولی چارو ناچار نگل جاتا لیکن نواسۂ رسول ؐ جس نے براہِ راست اللہ کے رسول علیہ السلام کی گود میں پرورش پائی تھی کیسے ایسی تبدیلی کو برداشت کر جاتے جس کے اثرات تا قیامت مرتب ہونے والے تھے؟۔ خانوادۂ رسول کے چھوٹے بڑوں نے کٹ مرنا بہتر سمجھا لیکن ایک لمحہ بھی ملوکیت کے زیرِ اثر رہنا پسند نہ کیا۔ کرتے بھی کیسے؟ تبدیلی کوئی معمولی نہ تھی۔ کہاں اس دنیا میں اللہ کی حاکمیت کا نظام اور کہاں چند انسانوں کی اپنے جیسے کروڑوں اربوں انسانوں پر من مانی کی حکمرانی۔ ملوکیت کے زیرِ اثر پروردہ بعض مسلمانوں نے حضرت حسینؓ کی اس عظیم جدوجہد اور قربانی کو بھی ہوسِ ملک گیری تک گردانے سے گریز نہ کیا تاہم بعد کے ایک ایک مرحلے نے مہرِ تصدیق ثبت کی کہ ان کی یہ قربانی نہ صرف عظیم تھی بلکہ اُس وقت کی اہم ضرورت تھی۔

04734

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کے اس موڑ پر اگر نواسۂ رسولؐ کامیاب ہو جاتے تو یقیناً خلافت کا نیابتی طرزِ حکومت مزید مستحکم ہو جاتا۔ راشدہ اور غیر راشدہ جیسی تقسیم کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ نظامِ عدل و قسط انسانیت کا مقدر ہو جاتا۔ خاندانی وجاہتوں کو موقع نہ ملتا۔ ولی عہدوں کی فوج ظفر موج کی ضرورت نہ پڑتی۔ غلاموں ' لونڈیوں اور خواجہ سراؤں کے ادوار نہ آتے اور اغیار کو امتِ مسلمہ میں رخنے ڈالنے کی سہولت ہی میسر نہ آتی۔

شومئی قسمت ملوکیت کو وندنانے کا موقع مل گیا۔ ملوکیت سے ملوکیتیں ' ملوکیتوں سے طوائف الملوکی ' طوائف الملوکی سے غلامی اور غلامی سے ریموٹ کنٹرول مریدی جو اس وقت پوری امت کو شکنجے میں جکڑے ہوئے ہے کی نوبت آ گئی۔ ایک امیر ' ایک امت ' ایک مملکت والی بات جاتی رہی۔ اب کوئی عراق ' کوئی ایران ' کوئی مصر تو کوئی شام۔ درجنوں سربراہ اسلامی دنیا کو چھوٹے چھوٹے خطوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کو زیر کرنے (leg pulling) کے محبوب مشغلے میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی نمبرداری کو قائم رکھنے کے لئے کسی نہ کسی کافر طاقت کا دم چھلا۔ آپس میں بیر' اغیار سے پیار ' نہ کوئی پلاننگ نہ کوئی منصوبہ بندی۔ جب تک کسی سپر طاقت کی پشت پناہی حاصل ' عیاشی ان کا مسلک ' کروفر ان کی نمود اور اپنے عوام کی سوچ پر پہرے بٹھانا ان کی حکمتِ عملی۔ بچ بچاؤ کی ضرورت پڑے تو دے دیا اپنے آپ کو کسی نہ کسی سپر طاقت کی پناہ میں۔

یہ سپر طاقتیں بھی کوئی کچی گولی نہیں کھیلی ہوئیں۔ انہوں نے حیلے بہانے مسلمانوں کے جملہ وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جس مسلمان سربراہ کو ذرا ڈاؤن کرنا ہو دوسرے سے اسے بھڑا دیتی ہیں۔ ذرا بھنک پڑ جائے کہ فلاں مسلم ملک میں قدرے جان پڑ رہی ہے اسے سبق سکھانے اور آئے والی جگہ پر لانے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دیتی ہیں تاکہ کسی خطرے کا کوئی موقع ہی نہ رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے خلافت قائم رہتی تو دنیا میں یہ جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری معرضِ وجود میں آتی ہی نہ ۔ آج بھی اگر خلافت وجود میں آ جائے تو یہ جھوٹے سازوں کے مداری پھر جزیہ ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کی پناہ ڈھونڈتے پھریں ۔ آ جائے ان کے دماغوں میں یہ چھوٹی سی بات کہ سپر طاقت تو پوری کائنات میں صرف ایک ہی ہے ۔ وحدہٗ لا شریک' لا یزال و لا جواب ۔

خونِ مسلم کی ارزانی

فلسطین ہو یا بیروت' کشمیر ہو یا افغانستان' اریٹیریا ہو یا منڈاناؤ' کویت ہو یا ایران' خون بہ رہا ہے تو مسلمان کا اور ویرانی ہو رہی ہے تو مسلمان کے گھر کی ۔ خلافت قائم ہوتی تو کیا یوں ہوتی ارزانی خونِ مسلم کی؟ خلافت قائم ہوتی تو مسلم دنیا کی تو کیا کسی غیر مسلم خطے میں بھی خونِ انساں کی یوں بے قدری نہ ہوتی ۔ ملاحظہ ہو قرآن:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ، اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ . (المائدة : ٨)

"کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ ۔ عدل کرو' یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے ۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو ۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے ۔"

آج سفارتی مہمات چلائی جا رہی ہیں (یہ تحریر ۱۹۹۰ء کی ہے) کہ کشمیر کے بارے میں دوسرے اسلامی ممالک پاکستان کا ساتھ دیں ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خلافت قائم ہوتی تو کیا ان مہمات میں وقت اور سرمایہ ضائع کرنے کی ضرورت پڑتی ؟ کیا کشمیر کا مسئلہ صرف پاکستان کا مسئلہ ہوتا؟ خلافت قائم ہوتی تو اول تو یہ مسئلہ پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی نوبت ہی نہ آتی لیکن اگر آ بھی جاتی تو یہ امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہوتا نہ کہ صرف پاکستان کا۔ پھر یہ بھی سوفیصد درست کہ جب یہ امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہوتا تو چند گھنٹوں سے آگے بڑھتا بھی نہ۔

خلافت کے بغیر تو ہمارا جہاد تک بے جان و غیر موثر ہے۔ افغانستان کی مثال ابھی تازہ ہے افغانیوں نے بے پناہ قربانیاں دیں۔ یہ قربانیاں رنگ بھی لائیں۔ ایک سپر طاقت کو دم دبا کر بھاگنا پڑا لیکن افغانستان کا مسئلہ کیا حل ہو گیا؟ نہیں' تو آخر کیوں؟ محض اس لئے کہ بدوں خلافت یہ بھی ایک آمیزش شدہ (Adulterated) کوشش تھی یعنی جانیں تو کام آ رہی تھیں مسلمانوں کی لیکن اسلحہ استعمال ہو رہا تھا کافروں کا۔ کیا عمرؓ نے بھی کبھی قیصر و کسریٰ سے اسلحہ مانگ مانگ کر جہاد کیا تھا؟ آمیزش شدہ جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب امریکہ نے اپنا مطلب نکال لیا یعنی روس افغانستان سے بستر بوریا لپیٹ کر بھاگ نکلا تو امریکہ نے اپنا ہاتھ وہیں کھینچ لیا۔ اس لئے کہ اس سے اگلا قدم تو سرزمینِ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا تھا اور دنیا میں اسلامی نظامِ حکومت کے قیام میں تو ان سپر طاقتوں کو اپنی موت نظر آتی ہے۔ ان کی تو عمریں بیت گئیں یہ منصوبہ بندی کرتے کہ کہیں کسی مسلمان سرزمین پر خلافت جڑ نہ پکڑے۔ خلیفہ و خلافت سے تو انہوں نے اپنی آئندہ نسلوں کو الرجک کر رکھا ہے۔ ایسی غلطی وہ کیوں کریں؟

تاہم خونِ مسلم کی ارزانی کا وہ عالم کہ ریڈیو' ٹیلیویژن یا اخبارات پر نظر ڈالتے ہی جو سب سے پہلے خبر نظر آئے گی وہ اکثر و بیشتر یہ کہ فلاں جگہ پر آج اتنے مسلمان (بلکہ دہشت گرد اور بنیاد پرست) مارے گئے۔ فلاں جگہ پر مسلم کے خون کی ہولی کھیلی گئی۔ فلاں ملک میں بنیاد پرستوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ بستیوں کی بستیاں جلا دی گئیں۔ کھیتیاں ویران' کنوئیں اجاڑ' اور لاکھوں بے خانماں و بے سامان۔ سوال پیدا ہوتا ہے یہ مسلمان — دنیا میں اللہ کا نمائندہ — آخر کیوں بیچارا ہو گیا؟ ان ماؤں کا کیا قصور جن کے ہزاروں لختِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگر ہر روز خاک و خون میں غلطاں ؟ کون ہے ذمہ دار ہر روز یتیموں اور بیواؤں کی تعداد میں اضافہ کا ؟ شاید آپ ذمہ داری ڈالیں اس قتل و غارت کی ہنود و یہود پر۔ لیکن یہ ایک بھول ہے 'دھوکا ہے' دل کو جھوٹی تسلی دینا ہے۔ ہماری سوچ اس لئے ایسی ہے کہ عرصہ ہوا ہمارے ذہنوں سے خلافت کا تصور جاتا رہا ہے۔ ہم بھلا بیٹھے کہ خلافت کا دوسرا نام طاقت ہے اور طاقت بھی وہ کہ جس کی پشت پر ربِ کائنات کی قوت و نصرت ہوتی ہے۔ خلافت قائم ہوتی تو تھا کوئی مائی کا لال جو اسے مات کر سکتا ؟ اصل میں یہ خونِ مسلم کی ارزانی ہوئی ہے ہمارے ان سربراہانِ مملکتوں کی وجہ سے 'جو خلافت کو تیاگ کر اپنی اپنی نمبرداری چمکانے کے لئے مسلم دنیا کو تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ خود مختار خطوں میں اپنے اپنے عوام کی گردنوں پر مسلط ہو گئے۔ پھر حیلے بہانے اور جوڑ توڑ سے یوں مسلط رہنے پر مصر ہیں۔ اللہ کے حضور خود تو ان کی گرفت ہو گی ہی لیکن یہ بدبخت اپنی اپنی قوموں کو بھی (جو حقیقت میں ایک امت تھی) لے ڈوبیں گے۔ یہی کہتا ہے قرآن:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ، يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا اللهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُوْلَا . وَقَالُوْا رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآئَنَا فَأَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا . رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا . (الأحزاب:٦٦۔ ٦٨)

"جس روز ان کے چہرے آگ پر الٹ پلٹ کئے جائیں گے اس وقت وہ کہیں گے کہ "کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی" اور کہیں گے "اے رب ہمارے ہم نے اپنے سرداروں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہ راست سے بے
راہ کردیا۔ اے رب 'ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر"

مختصراً اگر جہاد کو موثر کرنا ہے اور خونِ مسلم کی ارزانی پر قابو پانا ہے تو اس کا وہی حل ہے جو حدیث میں یوں بیان ہوا " امام ڈھال ہوتا ہے۔ اس کی امامت میں ہی جنگ کی جانی چاہئے اور اس کے ذریعے اہلِ ایمان کو اپنا دفاع کرنا چاہئے۔"

مصلحانہ کوششیں غیر موثر

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کی حالت اس حد تک بگڑ گئی کہ قرآنِ کریم انہیں مغلوبانہ حالت میں مومن ماننے کے لئے تیار نہیں تو کیا اس دوران مسلمانوں کی بگڑی بنانے کی کوئی کوششیں ہوئیں ؟ جواب دو ٹوک کہ کئی ہوئیں اور مسلسل ہو رہی ہیں۔ اس وقت بھی کون سا مسلمان ملک ہے جہاں کوئی نہ کوئی جماعت ' تنظیم یا تحریک ' اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے کام نہیں کر رہی ؟ قربانیاں دی جا رہی ہیں۔ اللہ کی راہ میں مال و جان لٹانے والے لٹا رہے ہیں۔ لیکن جتنا یہ سچ ہے کہ ایسی بے انداز کوششیں ہو رہی ہیں اتنا ہی بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب محنتیں ' جانفشانیاں اور قربانیاں ہیں کہ بے نتیجہ و بے سود سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں ؟ حقیقت میں اسی "کیوں" میں ہماری بگڑی کا علاج مضمر ہے۔ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ یا تو ہم بیماری کی تشخیص ہی نہیں کر پائے اور یا ہمارے طریقۂ علاج میں کہیں کوئی سقم ہے۔ ظاہر ہے اگر ہماری تشخیص اور طریقۂ علاج صحیح ہوتا تو کبھی تو اصلاح کا موڑ آتا اور یوں دن بدن ہماری بگڑتی ہی نہ چلی جاتی۔ اصلاح کی کوششیں اپنی جگہ لیکن بگاڑ کی سرعت میں کمی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ ہماری پستی و گراوٹ اور بے غیرتی و بے حمیتی کی یہ حد کہ آج (یہ جنوری ۱۹۹۱ء کی تحریر ہے) ہماری اس سرزمین کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امریکیوں ، یہودیوں ، انگریزوں اور فرانسیسیوں کی افواج نے روند ڈالا ہے جس میں "بعد از خدا بزرگ توئی" علیہ السلام خود آرام فرما رہے ہیں۔ یہ کن کے پاؤں کے سرسراہٹ سنائی دے رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو؟ ان دشمنوں کی جن کے خلاف ہمیں ہمیشہ مسلح رہنے کو کہا گیا اور جن سے ہم نے صاغرون رکھتے ہوئے جزیہ وصول کرنا تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کعبے کی حفاظت کے لئے دورِ نبوت میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے کسی قیصر و کسریٰ کا سہارا لیا تھا؟ انہوں نے تو ہجرت کرتے وقت حبش جانے سے بھی گریز کیا حالانکہ وہاں کے حکمران کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ پیدا ہو چکی تھیں اور وہاں کے وسائل و ذرائع کو اسلام کی سربلندی کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ہادیٔ برحق نے ایسا کیوں نہ کیا؟ مصلحت اظہر من الشمس ہے کہ اسلام اور کفر ہاتھ میں ہاتھ ملا کر چل ہی نہیں سکتے۔

یاد رہے کہ انسانی جسم ایک وحدت ہے اور جیسے کوئی بھی وحدت بغیر مرکز کے بیکار ہو جاتی ہے انسانی جسم بغیر دل کے کام نہیں کر سکتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح نظامِ شمسی بغیر سورج کے اور ایک درخت بغیر جڑ کے اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا ، جسم کے اندر دل کا نہ ہونا تو درکنار اگر یہ عضو قدرے کمزور ہی پڑ جائے تو جسم کے تمام دوسرے اعضاء کا لاغر و کمزور پڑ جانا ایک لازمی امر ہے۔ دین کے بارے میں جیسے کہ ہم نے پہلے کہا کہ یہ محض ایک فلسفہ و نظریہ ہے اگر قائم نہ ہو تو۔ لیکن جب قائم ہو جائے تو اسی کو اسلامی اصطلاح میں خلافت کہا جاتا ہے۔ تشخیص و علاج کے بارے میں ہماری غلطی بلکہ حماقت یہ ہے کہ ہم اقامتِ دین کی کوششیں تو کرتے ہیں لیکن امت کے دل یعنی خلیفہ کو خلافت پر متمکن کرنے کے تصور تک سے عاری ہو چکے ہیں۔

ان پانچ اندھوں کی طرح جنہوں نے ہاتھی کے جس حصے کو چھوا ، پورے ہاتھی کو اس حصے جیسا ہی تصور کر لیا ، دینِ حق کی اصلاح کے لئے ہماری جتنی بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوششیں ہیں' جزوی ہیں ۔ کوئی پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو کوئی مصر میں ۔ کوئی ایران میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کی فکر میں ہے تو کوئی سوڈان میں ۔ ظاہر ہے یہ کوششیں کتنی بھی عظیم ہوں' کبھی بار آور نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان کی حیثیت اس سے مختلف نہیں کہ ہو تو دل خراب' لیکن کوئی معالج صرف بازو کی اصلاح کے درپے ہو تو کوئی دوسرا آنکھ یا کان کی درستگی کے ۔ اندازہ کریں' کیا ہوں گی ایسی معالجانہ کوششیں کبھی کامیاب ؟ ہم بحیثیتِ امت ان معالجوں سے بھی کئی قدم آگے نکل گئے ۔ ہم نے دل کو ویسے ہی جسم سے نکال باہر پھینکا ہوا ہے اور مصر ہیں کہ ادھر ادھر بکھرے اعضاء سے کام لینا ہے ۔ مدت ہوئی ہم نے امت کے مرکز و محور یعنی خلیفہ کو چلتا کیا ۔ بزعم خویش طے کر چکے ہوئے ہیں کہ نہ خلافت پھر سے بحال ہو سکتی ہے اور نہ پوری امت کا پھر ایک سربراہ ہو سکتا ہے ۔ حقیقت میں احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں وہ دانشور جو اسلام کے غلبہ کے تو خواب دیکھتے ہیں لیکن تمام اسلامی ممالک کو عظیم تر اسلامی مملکت یعنی " دار السلام " کے بنانے اور خلافت کی بحالی کو مشکل ہی نہیں ناممکن سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں کہ غلبہ تو بہرحال قوت کا ہی ہو گا نہ کہ قوتوں کا اور وہ قوت جو اسلام کے غلبہ کی مظہر ہو گی' خلافت نہیں ہو گی تو کیا کسی آتش فشاں پہاڑ کے لاوے کی ہو گی ؟

اصلاحی جماعتوں کی کج فہمی

مختلف ممالک میں اس وقت جو جماعتیں اور تحریکیں مصروفِ اصلاح ہیں' اکثر و بیشتر ایک عجیب تناقض اور کج فہمی کا شکار ہیں ۔ اسلام ایک بین الاقوامی اور آفاقی دین ہے ۔ لہٰذا لازمی ہے کہ جدوجہد کا دائرہ کار بھی بین الاقوامی اور آفاقی ہو ۔ تاہم ان جماعتوں کی منطق یہ ہے کہ پہلے اپنے اپنے ہاں یعنی جہاں بھی وہ بستی ہیں اسلام نافذ کرو اور مزید پیش رفت اسی وقت کرو جب یہ پہلا مرحلہ پایۂ تکمیل کو پہنچ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے ۔ بزعم خویش وہ اس کی مثال بھی بڑی مدلل دیتی ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام پہلے اپنے خاندان سے شروع کیا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھایا حتیٰ کہ ایک وقت پر پورے جزیرہ عرب کو اپنی سعی کے احاطہ میں لے لیا۔

ایسی سوچ رکھتے ہوئے وہ بہرحال دو بڑی حقیقتوں سے چشم پوشی کر جاتی ہیں ۔ پہلی تو اس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زیرو کی سطح سے کام کا آغاز کیا یعنی ایسا نہیں تھا کہ عرب یا دوسرے ممالک میں بگڑے ہوئے سہی ' مسلمان موجود تھے جیسے کہ اس وقت بہرحال ہیں ۔ دوسرے یہ کہنا بھی درست نہیں کہ جب تک ایک مرحلہ یعنی اپنے خاندان یا شہر کی اصلاح نہ ہو چکی اس وقت تک آپ دوسرے لوگوں یا علاقوں کی طرف دعوت لے کر نہ گئے ۔ اگر ایسا ہوتا تو شاید ابوجہل ' ابولہب ' ابوسفیان وغیرہ کی اصلاح پر ہی سارا عرصۂ نبوت لگ جاتا۔ اس کے برعکس وہ تو دعوت و تبلیغ کی جدوجہد عرب کے کون و مکان میں لے نکلے حتیٰ کہ ایک وقت وہ آیا کہ پورے عرب سے اکثر و بیشتر قبائل کے حلقۂ اسلام میں آئے ہوئے لوگ ایک دن چل کر خود مکہ پر وارد ہوئے اور ان سردارانِ قریش کو حق کی راہ دکھائی جو ہنوز اسلام اور داعی اسلام علیہ السلام کے مخالف تھے ۔ ابوسفیانؓ کو تو اس موقع پر اونچے ٹیلے پر کھڑا کر کے نظارہ کرایا گیا کہ دیکھ لو وہ حق جو تمہارے ذریعہ بیرونی دنیا تک جانا چاہئے تھا آج بیرونی دنیا مکہ کی فضاؤں میں لے کر داخل ہو رہی ہے ۔

ہم اپنی بات کو ایک عام مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ جیسے کہ ہر آدمی جانتا ہے ہمارے لاہور شہر کا ایک تو پانی کے نکاس کا مجموعی نظام ہے اور دوسرے ہر گھر کا اپنا اپنا علیحدہ انتظام ۔ اب اگر لاہور کا مجموعی نظام (Overall) بند ہونے کی وجہ سے نکاسی کے عمل میں شدید رکاوٹ ہو لیکن چند نفاست پسند گھرانے اس مجموعی نظام کی درستگی کی بجائے اپنے اپنے گھروں کے نظام کو خوب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خوب تر کرتے جائیں تو صفائی بہرحال نہیں ہو گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے اپنے گھروں کی صفائی بھی حد درجہ ضروری ہے لیکن یہ ممکن بہرحال اسی وقت ہو گی جب ان انفرادی صفائیوں کے ساتھ ساتھ مجموعی نظام کو بھی درست کیا جائے گا' بلکہ مجموعی نظام کی درستگی کو اولیت دی جائے گی۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو لاکھ جتن کریں' اپنے اپنے انفرادی گھروں کی صفائی بھی نہیں ہو سکے گی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ملک میں مختلف سیاسی جماعتوں کو اپنے ہاں مقدور بھر احیائے اسلام کی کوششیں کرنی چاہئیں لیکن ساتھ ساتھ اس مجموعی کوشش کو اولیت حاصل رہے جس کا مطلب تمکن فی الارض' بحالی خلافت یا پوری اسلامی دنیا میں اقامتِ دین ہو۔ حکمتِ عملی اور طریقِ کار میں یہی وہ اس وقت سقم ہے جو نفاذِ اسلام کی کوششوں کو بار آور نہیں ہونے دے رہا۔ کوششیں بڑی دھوم دھام سے ہوتی ہیں۔ کئی دفعہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اب بات بنی کہ بنی لیکن نتیجہ ہمیشہ صفر نہیں تو اس کے لگ بھگ۔ اصلاحی جماعتوں کی یہی وہ بنیادی کج فہمی ہے جس کا ازالہ امت کو درپیش اور مسائل کے ساتھ ساتھ ازبس ضروری ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ اس وقت ہمارے جملہ مسائل کا حل بحالیٔ خلافت میں ہی ہے' لہٰذا اصلاحِ احوالِ امت میں مصروف ہر فرد' جماعت اور ملک کو اس "ایک" کام میں لگ جانا چاہئے۔

فاسد خون کی روانی

جسم میں دل اگر فاسد خون بھیجنا شروع کر دے تو جلد ہی بیماریوں کا ظہور ضروری ہو جاتا ہے۔ علاج بھی واضح کہ دل کی اصلاح ہو تاکہ وہ فاسد خون کی بجائے پاکیزہ خون کی روانی کا باعث بنے۔ لیکن اگر کوئی پگلا دل کے بگاڑ کا تو کوئی مداوا نہ کرے لیکن ٹانگ اور بازوؤں وغیرہ کے پھوڑوں کی مرہم پٹی کرتا رہے تو کیا خیال ہے کبھی اس کی جلد ٹھیک ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ ہو گا اگر تو یہ کہ جسم مزید غلیظ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سقیم ہوتا جائے گا اور صورت حال وہی ہوگی کہ۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔
پھر جیسے کہ کوئی اگر ایک اللہ کو نہ مانے تو بیسیوں دوسروں کو مانے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بقولے:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگر دنیا کی قیادت صالح ہاتھوں میں نہ ہوگی تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوگا کہ دنیا سے قیادت ویسے ہی نابود ہو جائے گی۔ قیادت بہرطور قائم رہے گی۔ ہاں صالح ہاتھوں کی بجائے اللہ کے باغیوں کے ہتھے چڑھ جائے گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح دل اگر پاکیزہ خون نہیں بھیجے گا تو فاسد خون بہرصورت رواں دواں رہے گا۔ آج کی دنیا ایسے ہی حادثہ سے دوچار ہے۔ یعنی مسلمانوں کی نااہلی سے اگر قیادت کا مرکز مدینہ و کوفہ نہ رہا تو ماسکو اور واشنگٹن وغیرہ کے بھولے بسرے انسان دنیا کی قیادت پر قابض ہو گئے۔ نتیجہ کے طور پر فاسد تہذیب دنیا کے رگ و ریشہ میں گردش کرنے لگی۔ انسانوں نے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اپنے جیسے انسانوں پر مسلط کر دیے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا اصول دنیا کا قانون بن گیا کیا ایسے ہی قانون کا دور دورہ نہیں آج کی دنیا میں؟ بتایا جائے اس "ویٹو پاور" کا اور کیا مطلب ہے؟ دنیا میں یہ دوہرے معیار کا رونا کیوں؟ دنیا کے امن کو کن طاقتوں نے داؤ پر لگا رکھا ہے؟ نیوکلیائی ہتھیاروں کے انبار کن کے کچھاروں میں ہیں؟ بحر و بر میں کس کے بیڑے دندناتے پھرتے ہیں؟ رب کعبہ کی زمین پر کس نے خوف و ہراس کی پرچھائیں ڈال رکھی ہیں؟ دنیا کی وافر آبادی کو کس نے قرضوں کے پھندے میں جکڑ رکھا ہے؟ دھاندلی، استحصال، مکر و فریب کے جال کس نے بچھا رکھے ہیں؟ دھونس، دھمکی، دباؤ کس کا طریقِ واردات ہے؟ ان ظالموں نے تو سمندروں میں آگ کے شعلے بھڑکلوئیے۔ کیا یہ وہی صورت حال نہیں ہے جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم : ٤١)

"خشکی و تری میں فساد برپا ہو گیا۔ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔"

دنیا میں یہ فاسد نظریات کی ریل پیل کیوں ہوئی ؟ عریانی و فحاشی کا سیلاب کیوں آیا ؟ آقا و بندہ ' راعی اور رعایا اور سرمایہ و محنت کے تعلقات میں یہ عدم توازن کیوں آیا ؟ صرف اور صرف دنیا سے خلیفہ و خلافت کی عدم موجودگی سے یعنی وہ صورتِ حال پیدا ہونے سے جسے پنجابی کی ایک کہاوت یوں کہتی ہے کہ "**لکھاں مسیتاں تے امام گالڑ**" دنیا میں خلافت آج قائم ہو جائے۔ کل والا سورج اس دنیا پر نمودار ہو جس میں یہ سب قباحتیں ' بے اعتدالیاں اور الٹ پلٹ قصۂ پارینہ بن جائیں۔ ایسا کیوں ہو ؟ اس لئے کہ بقول امام بصری" "انصاف پسند امیر (خلیفہ) کو دنیا میں وہی حیثیت حاصل ہے جو دل کو جسمانی اعضاء میں۔ اگر دل کی حالت درست ہے تو سب جسمانی اعضاء صحیح و سلامت اور اگر دل میں فساد پیدا ہو جائے تو سب اعضاء کا بگڑنا لازمی ہے۔"

مایوسی و مرعوبیت

آج کے مسلمانوں کا ایک اور بڑا مسئلہ مرعوبیت و مایوسی کا شکار ہونا ہے۔ خلیفہ و خلافت کی کہانی کو تو "کارے مشکل" سمجھ کر سب اس سے دست بردار ہو گئے۔ اکثر و بیشتر کیپٹل ازم اور کمیونزم کے زیر سایہ رہنے میں عافیت ڈھونڈے ہوئے ہیں۔ اسلام کی شاہراہِ شفاف کو چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر پڑ کر اور بالآخر غیر فطری دلدلوں میں پھنس کر منزل ہی سے نا امید ہو گئے۔ عام مسلمان کی سوچ تو درکنار آج کے اکثر و بیشتر صلحائے امت خلافت کی بحالی سے دستبردار نہیں تو چشم پوشی کے ضرور شکار ہیں۔ بے توفیقی نے بڑے کام کرنے کی ہمت و سعادت چھین لی تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اپنی دکان چمکانے ' اپنا اپنا جھنڈا گاڑنے اور اپنے اپنے شملے کو بلند کرنے کی بے روح و بے مقصد فروعات کی ولدل میں پھنس گئے ۔ حلوہ مانڈا اڑانے والوں ' تعویذ گنڈوں پر گذر بسر کرنے والوں اور بے مقصد مسلکی بحثوں میں الجھنے والوں کو اور یہ تک فرض کر لینے والوں کو "کہ یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے " کیسے خوش خبری نصیب ہو کہ " الا ان نصراللہ قریب " قرآن تو نہیں مانتا کہ اللہ کی جنت اتنی سستی ہے ۔ ملاحظہ ہو ارشادِ ربِ کائنات :

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ، مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ، اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ . (البقرة : ٢١٤)

" پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا حالانکہ تم پر وہ سب کچھ نہیں گذرا جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گذر چکا ہے ؟ ان پر سختیاں گذریں ' مصیبتیں آئیں ' ہلا مارے گئے ' حتیٰ کہ وقت کا رسولؐ اور اس کے ساتھی اہلِ ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے "

کہا یہ جاتا ہے کہ اب جب کہ اسلامی دنیا کرۂ ارض کے وسیع و عریض حصہ پر پھیلی ہوئی ہے ۔ لاکھوں طبائع کے لوگ ' ہزاروں بولیاں بولنے والے معرضِ وجود میں آ چکے ہیں ۔ وطنیت و قومیت کی دیواریں حائل ہیں' چھوٹے چھوٹے ممالک کو کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا ہے ' سب سے بڑھ کر درجنوں سربراہانِ مملکت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجود میں آ چکے ہیں جو باہمی دشمنیوں ' تصادم اور ایک دوسرے کو زیر کرنے کی نوبت تک ملوث ہیں تو ان تمام کو پھر سے ایک جھنڈے تلے جمع کرنا اور " دار الاسلام " یعنی ان تمام ممالک کو ملا کر ایک عظیم تر اسلامی مملکت کو معرضِ وجود میں لانا ایک مجذوب کی بڑ نہیں تو اور ہے کیا؟ اس بارے میں ہماری ایک ہی چھوٹی سی گذارش ہے کہ کیا آج کے یہ حالات ان حالات سے زیادہ مخدوش ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو واسطہ پڑا تھا؟ آج تو جیسا تیسا بھی ہے اسلام سے دنیا متعارف ہے ' دنیا کا کوئی براعظم بلکہ خطہ نہیں جس میں مسلمان موجود نہ ہوں ' اسلامی دنیا ' جیسی تیسی بھی ہے ایک حقیقت ہے۔ اس کے برعکس کیا اس وقت " زیرو لیول " سے کام کا آغاز نہیں ہوا تھا؟ اللہ اور رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی کیا آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ ہی نہ تھیں؟ کیا اس وقت کی دنیا اسلام سے متعارف تھی؟ روئے زمین پر کیا کفر و شرک کے ڈنکے نہیں بج رہے تھے؟ کیا کسی چپہ بھر زمین کو اسلامی دنیا کہا جاتا تھا؟ کیا دنیا میں اکثر و بیشتر جنگل کا قانون رائج نہیں تھا؟ اور تو اور کیا سرزمینِ عرب متحارب قبائل میں نہ بٹی ہوئی تھی؟ کیا یہود و نصاریٰ " ہم چو ما دیگرے نیست " کے زعمِ باطل میں مبتلا نہ تھے؟ عرب سے باہر قیصرو کسریٰ جیسی سپر طاقتیں کیا دندناتی نہ پھر رہی تھیں؟

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مادی وسائل کی کیا بڑی فراوانی تھی؟ صورتِ حال تو یہ تھی کہ جب اپنوں کے ستائے ہوئے اور اپنے خاندان والوں سے بھگائے ہوئے آپؐ بغرض دعوت و تبلیغ طائف تشریف لے گئے تو یہ تقریباً ساٹھ میل کا سفر آپ نے پیدل طے کیا۔ طائف پہنچ کر جب دعوت دی تو وہاں کے ایک وڈیرے نے جو طنزاً آپ کو جواب دیا وہ یہ کہ " آپ کے پاس تو سواری کے لئے کوئی گدھا گدھی تک نہیں اور دعوی آپ یہ کر رہے ہیں کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ "

ہم پوچھتے ہیں کہ ان دگرگوں ' مایوس کن اور مخدوش تر حالات میں آپ کبھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مایوسی و مرعوبیت کا شکار ہوئے؟ تاریخ تو بتاتی ہے کہ ان تمام ناموافق و ناسازگار حالات میں آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

جس قدر مخالفتوں، مشقتوں اور مسائل کا ہجوم ہوا، نوا را تلخ تر می زن چون محمل را گراں بنی کے مصداق آپ اتنی ہی شدت سے سچائی پر ڈٹے رہے۔ کسی ایک لمحے کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی کہ آپ نے کبھی باطل سے مداہنت اور لچک کا رویہ اختیار کیا ہو۔ کرتے بھی کیسے، سچ کو اجاگر اور حق کو قائم کرنا اور اس راہ میں مصیبتوں کے جھکڑوں اور آزمائشوں کی آندھیوں سے ٹکرانا لازم و ملزوم ہیں۔ ہاں اس سلسلے میں دو طمانیتیں البتہ بدرجہ اتم حاصل تھیں۔ ایک تو یہ کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے اور کرنا چاہتے تھے "سچ" بہرحال وہی تھا اور دوسرے کائنات کی حقیقی قوت انؐ کی ہی پشت پر تھی اور جس کی پشت پر ربِ کائنات ہو اسے کاہے کا ڈر۔ اس نے تو غالب ہونا ہی ہوتا ہے۔ دیر ہو سکتی ہے، اندھیر ہرگز نہیں۔

ایک بار نہیں کئی دفعہ سردارانِ قریش نے ابوطالب کی وساطت سے آپ کو ڈرانے دھمکانے کی کوششیں کیں، مختلف قسم کے لالچ بھی دیئے، لیکن آپ کا جواب ہمیشہ اس قدر دو ٹوک بلکہ دندان شکن کہ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج رکھ دیا جائے اور بائیں ہاتھ پر چاند تو سب کچھ ہیچ، اس لئے کہ مجھے تو آخری سانس تک صرف اور صرف اپنے رب کے احکام کو بجا لانا ہے۔ اہلِ مکہ نے آپ کو اپنا بادشاہ اور سردار بنا لینے کی دعوت دی۔ بظاہر اس دعوت میں ایک کشش بھی تھی کہ سربراہ ہونے کی صورت میں وہ معاشرے کو جیسا چاہیں گے ڈھال لیں گے۔ لیکن نبض شناسِ حق علیہ السلام نے اس آسانیوں اور سہولتوں والے راستے کو ٹھکرا کر تکلیفوں، مصیبتوں اور مشقتوں والے کٹھن راستے پر چلنے کو ترجیح دی۔ کیونکہ یہ برداشت نہیں تھا کہ اسلام اور کفر ایک لمحہ بھی ہاتھ میں ہاتھ ملا کر آگے بڑھیں۔ تکلیفوں، طعن و تشنیع کی کلفتوں، ساتھیوں کی مار پٹائیوں، ہجرتوں، معرکہ آرائیوں، فاقوں، جانفروشیوں اور قربانیوں والے راستے کو بخوشی قبول کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ حقیقی و خالص حق صرف اسی طور بالا و بلند ہو سکتا تھا۔ جیسے کہ بالآخر ہو کر رہا
ہم امت کے ایک ایک فرد سے سوال کرتے ہیں کہ بتایا جائے کہ خلافت کا
قیام ایک دینی فرض ہے یا محض طبع آزمائی ؟ یہ کوئی (Hobby) نہیں کہ کی جائے
یا نہ ' کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ یہ تو انبیاء و رسل علیہم السلام کی آمد کا مقصدِ وحید ہے
امتِ مسلمہ کی لئے یہ موت و حیات اور سزا و نجات کا موجب ہے ۔ احکامِ اسلامیہ
کی اقامت اور امت کا تحفظ اس کے بدوں ممکن ہی نہیں ۔ حقیقت میں اس وقت
قیامِ خلافت کے فرض کو بھلا کر اور اس جانب سے سکوت کے مرتکب ہو کر ہم
سب مسلمان گناہگارانہ زندگی گذار رہے ہیں ۔ کتاب و سنت کے مطابق دنیا میں
عرصۂ حیات کا ایک لمحہ بھی خلیفہ کے بغیر نہیں گذرنا چاہئے ۔ حتیٰ کہ سابقہ خلیفہ
کی تجہیز و تکفین کو ملتوی رکھا جائے گا جب تک کہ نیا خلیفہ نصب نہیں کیا جاتا ' خواہ
اس میں دو تین دن لگ جائیں ۔ اتنے بڑے " سچ " اور " عظیم فرض " سے
روگردانی ہی نے تو آج ہمیں ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک رکھا ہے ۔
کیا ہم اس سچ کو اس لئے نہ تھامیں کہ حالات سازگار نہیں ۔ کتابِ ھدیٰ کا تو پہلا
سبق ہے ہی یہ کہ ناسازگار حالات میں کام کرنے سے ہی حق کا بول بالا ہوتا ہے ۔
حالات کتنے بھی مخدوش ہوں ۔ راہِ حق میں اٹھایا ہوا کوئی قدم رائیگاں نہیں جاتا ۔
ملاحظہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ
عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى ،
بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ، فَالَّذِينَ هَاجَرُوا
وَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ أُوذُوا فِي
سَبِيلِي وَ قَاتَلُوا وَ قُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ
عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (آلعمران: ۱۹۵)

"جواب میں ان کے رب نے فرمایا" میں تم میں سے کسی کا بھی عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور میں معاف کر دوں گا۔ اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔"

یہ جاننے کے لئے کہ قوی و عزیز رب کیسے ناموافق و ناسازگار حالات سے کامیابیاں برآمد کرلیتا ہے ذرا اس موقع کی یاد تازہ کریں۔ ہجرتِ مکہ سے تقریباً پانچ سال پہلے جب مسلمانوں کا ایک گروہ جس کا مکہ میں جینا دوبھر کر دیا گیا' گھر سے بے گھر بلکہ وطن سے بے وطن ہو کر حبش میں پناہ گزین ہے۔ عین اسی موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند ساتھی بمعہ بال بچے شعب ابی طالب میں محصور ہیں۔ عین اس وقت جو آیات نازل ہوتی ہیں وہ یوں:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ.
(اَلْقَمَرُ: ٤٥)

"عنقریب یہ جتھہ (یعنی کفار و مشرکینِ مکہ) شکست کھا جائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیرتے بھاگتے نظر آئیں گے"

اندازہ لگائیں کہ ایسے مخدوش و مایوس کن حالات میں مسلمانوں کو یہ بشارت دی جا رہی ہے کہ کفارِ مکہ جن کو اپنی طاقت و سطوت کا بڑا زعم ہے عنقریب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ گیارہ سال بعد یعنی غزوۂ بدر کے موقع پر یہی کچھ ہو کر رہا۔ اس موقع پر کفار جب شکست کھا کر بھاگ رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا گیا کہ وہ زرہ پہنے آگے بڑھ رہے ہیں اور ساتھ ہی گنگنا رہے ہیں تو اسی آیت کے الفاظ کہ "سیھزم الجمع ویولون الدبر"

وقت کے اس لمحے سے لے کر جب زبانِ رسالت سے ارشاد ہوا کہ "اے عثمان بن طلحہ ' آج تو تو مجھے کعبہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے لیکن ایک وقت وہ ہوگا کہ کعبہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کسی کو چاہوں گا دے دوں گا۔ پھر اس وقت جب ہجرت کے وقت انعام کی خاطر پیچھا کرنے والے سراقہ کو آنحضورؐ نے فرمایا کہ آج تو تو ہماری جان کا درپے ہے لیکن ایک وقت ہو گا کہ قیصر کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے ' عرصہ گو مختصر لیکن تمام کا تمام اتنا پرفتن اور اتنا کٹھن کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زیرِ زمین کبھی صدیوں بعد بھی ایسا ہو گا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یہ ہوا اور چند سالوں میں ہوا۔ اس لئے کہ حق آ جائے تو باطل کو جانے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جھوٹ کا ابھار تو ضرور ہوتا ہے لیکن لانبھ بہرحال سچ کی ہوتی ہے۔ اندریں حالات تھوڑی سی بھی اگر ہم میں مسلمانی ہو تو کیا ہے کوئی گنجائش مرعوب و مایوس ہونے کی؟ وہ آگ آگ نہیں جو جلائے نہ اور وہ پانی پانی نہیں جو بجھائے نہ۔

اپنوں کی مخالفت

ایک اور گھمبیر مسئلہ بلکہ المیہ جس سے امتِ مسلمہ اس وقت دوچار ہے وہ ہے اپنوں یعنی مسلمانوں ہی کی طرف سے مخالفت کا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب بھی کوئی تحریک اصلاحِ احوالِ امت کے لئے جادہ پیما ہوئی ' خصوصا دو طبقوں سے مقدور بھر اس کی مخالفت کی گئی۔ ایک تو حکمرانوں کی طرف سے اور دوسرے (بصد احترام) علماء کی طرف سے۔ حکمرانوں کی طرف سے مخالفت تو سمجھ میں آتی ہے کیونکہ اصلاح کی کوئی بھی کوشش ہو وہ بالآخر ان کی من مانیوں پر اثر انداز ہوتی ہے اللہ کا قانون تو بے لاگ ہے لیکن بدوں خلافت حکمران اکثر و بیشتر اپنے بنائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے قوانین ' اللہ کے عطا کردہ قوانین سے خلط ملط کئے رکھتے ہیں بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان ازلی و ابدی قوانین کو اپنے ہاں تیار کردہ عارضی و ناتمام قوانین کے تابع رکھا جائے ۔ ظاہر ہے اگر ایک ملک یعنی مسلمان بادشاہ اپنے لوگوں کی گردنوں پر مسلط ہے اور مسلط ہونے کے تسلسل کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ولی عہد تک بنائے رکھتا ہے تو آپ اگر اسے اسلام کی طرف عود کر آنے کی دعوت دیں گے تو وہ ٹھنڈے پیٹوں اسے کیسے برداشت کرے گا؟ اس کے سینے پر تو سانپ لوٹ جائیں گے اگر آپ اسے قرآن وسنت کی طرف پلٹنے اور قیام خلافت کی خاطر سب کچھ تیاگنے کو کہیں گے ۔ بلکہ آپ کی ایسی جسارت تو اس کے نزدیک ایک سازش اور شرارت متصور ہوگی ۔ وہ تو وہ صبح و شام اس کے گماشتے آپ کو فتنہ انگیز اور دہشت گرد قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگادیں گے ۔ استثناء اگر ممکن ہے تو ایسے حکمرانوں سے جو حکمران ہوتے ہوئے اپنے آپ کو " سید القوم خادمھم " کا مصداق سمجھیں اور ایسے حکمران تو ظاہر ہے خلافت ہی بہم پہنچا سکتی ہے ۔

✓ مذہبی رہنماؤں (باستثناء) کی طرف سے مخالفت کا ہونا ایک ٹھوس حقیقت تو ہے ہی لیکن اسے سمجھنا قدرے مشکل ۔ ایک مثال لے لیں ۔ قرآن لاکھ کہے "ولا تفرقوا" کہ فرقے نہ بنانا لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر کی یہ روش کہ شیخ القرآن اور مفسرِ دینِ متین ہوتے ہوئے اس خدائی آرڈیننس کی تفسیر پڑھاتے بھی جاتے ہیں لیکن اسی لمحے کسی نہ کسی فرقے اور کسی نہ کسی مسلک سے چمٹے بھی ہوتے ہیں ۔ شاید یہ ریت رسماً چلی آرہی ہے یا کچھ مفادات ہیں جو اس اظہر من الشمس حکم پر عمل کی راہ میں حائل رہتے ہیں ۔ دونوں صورتیں اتنی دلفگار اور قبیح ہیں کہ قرآن کریم کی درج ذیل زد میں آتی ہیں ۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(اَلتَّوْبَةُ : ٣٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے ایمان والو اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔"

آپ آزما کر دیکھ لیں اب بھی اگر کوئی حق کو لے کر میدان میں اترے تو انہی دونوں طبقات سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا ہو گا۔ پہلے گروہ کے پاس تو تھانے، کچہریاں، مقدمات، حوالات، جیلوں، کوڑوں اور پھانسیوں جیسے ان گنت پھندے ہیں جبکہ دوسرے گروہ کے پاس طعن و تشنیع، من مانی تاویلات، استہزا، پھبتیاں، غیظ و غضب اور گالیاں۔

خلافت قائم ہوتی تو ان دونوں گروہوں کو اس طور مخالفت کا موقع ہی نہ ملتا۔ حکمران تو ہوتے ہی خلافت الہیہ کے نگہبان و امانت دار۔ لہٰذا ان کی مخالفت تو خارج از امکان بلکہ وہ تو کل قیامت کی گرفت سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو خود تنقید کے لئے پیش کرتے۔ دوسرے خلافت کی موجودگی میں علماء کرام اور صلحائے امت کا کردار بھی یقیناً مختلف ہوتا اور وہ صورتِ حال پیدا ہی نہ ہوتی جس سے اس وقت امت دوچار ہے۔

جوڑ توڑ کی سیاست

ایک اور المیہ جس سے اس وقت تقریباً پوری امت دوچار ہے۔ وہ ہے جوڑ توڑ کی سیاست کا۔ اپنے آپ کو دین کی علمبردار سمجھنے والی جماعتوں میں سے شاذ و نادر ہی کوئی جماعت ہوگی جس نے خود کو دورِ حاضر کی لادینی سیاست میں ملوث نہ کیا ہو۔ ورنہ دینِ حق کی بیشتر اساسی بنیادوں کو، جن کا ذکر باب دوم میں ہوا، ایک ایک کر کے منہدم کرنا دینداروں تک کا مشغلہ بن گیا ہے۔ خود کو بطورِ امیدوار پیش کیا جاتا ہے، چناؤ کے قرآنی معیارِ اہلیت کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جاتا، حتیٰ کہ "ایک فرد ایک ووٹ" کے درآمدی اور شیطانی طرزِ انتخابات کو اپنایا جاتا ہے۔ نتیجۃً علمبرداریٔ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کا ہر دعویدار دورانِ انتخابات وہی چلن اپناتا ہے جو ایک جاہل اور دین سے تقریباً تقریباً دستبردار امیدوار اختیار کرتا ہے۔ صبح و شام آپ کو ہر گلی کوچے میں ایسے ایسے اشتہارات اور جھنڈوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں اپنی تعریف و توصیف کے پل بندھے ہوتے ہیں اور دھواں دار تقریروں میں اپنے حریفوں کی ڈھونڈ ڈھانڈ کر بلکہ اکثر و بیشتر گھڑ گھڑ کر خامیوں اور بدخوئیوں کا چرچا کیا جاتا ہے۔ خود خالص سونا ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے جبکہ مخالفین کو سکہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا جاتا ہے۔

اب ایک طرف تو اس پوری کی پوری غیر شرعی اور لادینی مہم میں شمولیت اختیار کی جاتی ہے تو دوسری طرف ان تمام اخلاقی حسنات کی نفی کی جاتی ہے جن کا ذکر قرآن و سنت کے پورے مجموعے میں جگہ بہ جگہ ملتا ہے۔ خصوصاً آپ سورۂ حجرات میں بیان کی گئی الہٰی و ازلی ہدایات کا موازنہ مروجہ جوڑ توڑ کی سیاست سے کریں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اے کاش! ہم اتنے بے توفیق و بے غیرت ہو گئے کہ قرآن کریم کا کوئی حکم ہمارے لئے کوئی وزن نہیں رکھتا۔ شاید بزعم خویش یہ ٹھانا جاتا ہے کہ اس ایک غلطی کے بعد دوسری نہیں کی جائے گی یا یہ کہ اس غلطی کے نتیجہ میں فلاں فلاں بہتری رونما ہو جائے گی۔ ہر اس شخص سے جو دین کی تھوڑی بہت استعداد رکھتا ہے، مخفی نہیں کہ یہی وہ عظیم شیطانی حربہ ہے جو اکثر و بیشتر گمراہی و گم گشتگی کا باعث بنتا ہے۔ کسے باشد، جب ایک دفعہ ایسی ڈگر پر چل نکلے، شیطان پھر اسے اپنی من مانی کی پگڈنڈیوں پر لئے پھرتا ہے، اور یوں دین کی آڑ میں بے دینی ہوتی رہتی ہے۔ تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث درج ذیل نقل کرتے ہیں، یہ موازنہ کرنے کے لئے کہ کہاں دینِ عدل و قسط اور کہاں موجودہ سیاسی دنگلوں میں ہمارا رویہ و کردار:

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"بچو تم بدگمانی سے کیونکہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے اور مت کان لگاؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی کی باتوں پر اور مت ٹوہ لگاتے پھرو اور مت رشک کرو دنیاوی
جھگڑوں میں اور مت حسد کرو اور مت بغض رکھو اور مت
دشمنی کرو اور ہو جاؤ اللہ کے بندو، بھائی بھائی "(مسلم)
ہوتی خلافت قائم تو کیا پڑتا ہمیں ایسی روش سے واسطہ؟

اسلام درحقیقت ایک تحریکِ حریّت ہے جو
انسانوں کے ضمیر سے شروع ہوتی ہے اور
پورے انسانی معاشرے تک پہنچ کر دم لیتی
ہے، یہ ناممکن ہے کہ اسلام کسی دل کو آباد
کرے اور پھر اس حال پر چھوڑ دے کہ وہ اللہ
واحد و قہار کے علاوہ کسی اور کے اقتدار کے
سامنے سر افگندہ ہو، ذلیل و خوار ہو۔ اطاعت
شعار اور وفادار ہو اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ
اسلام کی چنگاری کسی دل میں روشن ہو اور پھر
وہ ظلم کی کسی شکل پر خاموش رہ سکے خواہ اس
ظلم سے اس کی اپنی ذات متاثر ہوئی ہو یا پوری
نوعِ انسانی، خواہ وہ ظلم اس کے اپنے وطن
میں واقع ہوا ہو یا دنیا کے کسی اور خطے میں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

کرنے کا "ایک" ہی کام

خلافت کیوں؟

خلافت کی اہمیت و ضرورت پر باب دوم میں قدرے تفصیل کے ساتھ بحث ہو چکی۔ تاہم عملاً جو اس سے فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں ان کی مختصر تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے۔

دورِ پیغمبرِ آخر الزمان تو وہ دور ہے جسے چشمِ فلک نے اس سے پہلے نہ کبھی دیکھا نہ تا قیامت دیکھنے کی کوئی گنجائش۔ صدیوں سے بگڑا ہوا غیر متوازن معاشرہ گنتی کے چند سالوں میں نہ صرف متوازن بلکہ پوری تاریخِ انسانی میں اَن مٹ نقوش چھوڑ گیا۔ وہ قبائل جو جانوروں کو پانی پلانے میں پہل حاصل کرنے کی خاطر جیسے افعل پر انسانی جانوں کی تباہی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کیے ہوئے تھے۔ اللہ کی نعمت و رحمت سے شیر و شکر ہو گئے۔ "حق" انسانوں کے مابین اخوت و مودت کے رشتوں کا معیار ہو گیا۔ حق پر ہوں تو حبش کا بلالؓ اور فارس کا سلیمانؓ بھائی بھائی اور اگر حق کو حق ماننے میں ہم آہنگی و یکسانیت نہ ہو تو باپ بیٹا' بھائی بھائی' ماموں بھانجا برسرِ پیکار۔ ادھر سے ادھر ہوا کا رخ پھرا تو ایک رب' ایک امیر اور آدم ہی کی سب اولاد کا تصور جاگزیں ہو گیا۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی تفوق حاصل نہ رہا۔ تقویٰ و طہارت معیارِ اہلیت بن گیا۔ جاہلیت کے تمام طور طریقے اور تفاخر پاؤں تلے کچل دیئے گئے۔ "عمل" خدا کے ہاں معیارِ نجات کی کسوٹی قرار پایا۔ فاطمہؓ بنت محمدؐ کو بتادیا گیا کہ بیٹا آگاہ رہنا' اللہ کے ہاں کسی سفارش و رشتہ وغیرہ کا کوئی عمل دخل نہ ہو گا۔ ہادیٔ برحقؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اے اہلِ قریش! ایسا نہ ہو کہ خدا کے حضور تم اس طرح پہنچو کہ تمہاری گردنوں پر دنیا کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تمہارے کچھ کام نہ آ سکوں گا۔ یہ بھی اعلان فرمادیا "لوگو! تمہارا خون اور تمہارا مال تمہارے لئے اسی طرح حرام (محترم) ہے جس طرح اس دن' اس شہر اور اس مہینے (ذوالحج) کی حرمت تمہارے نزدیک مسلم ہے۔ عنقریب تم سب خدا کے حضور پیش ہو گے۔ وہ تمہارے اعمال کی بازپرس فرمائے گا۔ دیکھنا! میرے بعد بھی گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں گردنیں مارنے لگو۔ جس کے پاس امانت رکھوائی جائے وہ پابند ہے کہ امانت واپس کرے۔ تمام سودی کاروبار کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے قرض قابلِ ادائیگی ہے۔ عاریتاً لی ہوئی چیزیں واپس کرنا ہوں گی۔ تحفے کا بدلہ دیا جائے گا۔ میراث میں ہر وارث کو حق ملے گا۔"

"زمانۂ جاہلیت کے سارے انتقام کالعدم۔ مجرم ہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہو گا۔ نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔ لڑکا اسی کی طرف منسوب ہو گا جس کے بستر پر پیدا ہو۔ حرام کاری کی سزا سنگ ہو گی۔ کوئی اپنا نسب نہیں بدلے گا اور نہ کوئی غلام اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ اپنی نسبت قائم کرے گا۔"

"لوگو! تمہارے اوپر جس طرح تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں اسی طرح ان پر تمہارے حقوق ہیں۔ ان کا کھانا کپڑا تمہارے ذمہ ہے۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ان سے بہتر سلوک کرنا۔ تمہارے سپرد خدا کی امانت کے طور پر دی گئی ہیں۔ اور اسی کے نام پر وہ تمہارے لئے حلال ہوئیں۔ اپنے نفس پر اور دوسروں پر زیادتی نہ کرنا۔ غلاموں کا خیال رکھنا۔ جو خود کھانا' وہی ان کو کھلانا اور جو خود پہننا وہی انہیں پہنانا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کچھ لے سوائے اس کے جو وہ خود برضا و رغبت دے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لوگو! سمع و طاعت کا پابند رہنا' اگرچہ تم پر کوئی نکٹا حبشی ہی کیوں نہ امیر بنا دیا جائے جو تم کو کتاب اللہ پر قائم کرے۔ تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم ان پر قائم رہے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ تبلیغ کا حق ادا کر دیا گیا۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ میری طرف سے یہ فریضۂ تبلیغ جاری رکھنا۔ جو حاضر ہے اسے چاہئے کہ یہ باتیں اس تک پہنچاوے جو حاضر نہیں ہے۔ شاید وہ جسے پہنچیں اس کا زیادہ محافظ ہو بہ نسبت اس کے جس نے سن لیا۔"

دورِ نبوت کے بعد دورِ خلافتِ راشدہ آیا۔ اسلامی دنیا کی سرحدوں میں وسعت آئی تو دنیا والوں نے پہلی بار وہ مناظر دیکھے جن سے عمرہا نوعِ انساں نا آشنا رہی۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و احسان کی جو مثال قائم کی تھی خلفاء راشدین کے دور میں شام' عراق' مصر' روم اور ایران وغیرہ میں جو فتوحات ہوئیں' فتح کے بعد قتل و خوں ریزی سے اسی طرح گریز کیا گیا۔ دنیا کے سیکولر قوانین تحفظ جان کے حق کو بعد از ولادت قابلِ اطلاق قرار دیتے لیکن خدا کے قانون نے اسے استقرار حمل سے محترم و محفوظ قرار دیا ہے۔ کسی حاملہ عورت کو اس وقت رجم وغیرہ کی سزا نہیں دی جا سکتی جب تک نہ صرف وضعِ حمل بلکہ رضاعت کی مدت پوری نہ ہو جائے۔

دورِ خلافت (خلافتِ راشدہ) میں باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانے کی مثال نہیں ملتی۔ ایسی املاک جو جائز ذرائع سے حاصل کی گئیں ہوں اور جن سے شریعت کے مقرر کردہ تمام حقوق و واجبات ادا کر دیئے گئے ہوں خلافت کی مداخلت سے قطعی محفوظ قرار پاتیں بلکہ ان کے متعلق چار بنیادی حقوق یعنی استعمال اور تصرف کا حق' مزید نفع کمانے کے لئے کاروبار میں لگانے کا حق' انتقال ملکیت کا حق اور تحفظ ملکیت کے حق کو تسلیم کیا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہتکِ عزت کے متعلق اسلام کا یہ اصول ٹھہرا کہ معاشرہ کا ہر فرد عزت دار ہے خواہ اس کا مقام و منصب اور مالی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی اصولِ مساوات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے والیٔ مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کو اس جرم میں ایک مصری سے سزا دلوائی کہ اس نے گھوڑ دوڑ میں مصری کا گھوڑا آگے نکل جانے سے اسے پیٹا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ کیا جانتے نہیں "میں شریفوں کا بیٹا ہوں" حضرت عمرؓ نے باپ بیٹے یعنی گورنر مصر اور اس کے بیٹے دونوں کو مدینہ طلب کیا اور مصری کے ہاتھ میں درہ دے کر کہا کہ "مار شریفوں کے بیٹے کو" اور اس کی مرمت ہو جانے کی بعد فرمایا " عمرو بن العاصؓ کی چندیا پر بھی درہ گھما کیونکہ بیٹے نے باپ کی سلطنت ہی کے بل پر تجھے مارا ہے۔" حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو مخاطب کر کے یہ تاریخی جملہ بھی کہا "اے عمروؓ تم لوگوں نے انسانوں کو کب سے اپنا غلام بنالیا؟ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔" حضرت عمرؓ عاملوں کو رخصت کرتے وقت انہیں یہ ہدایات دیا کرتے تھے۔ "میں تم کو جابر و قاہر بنا کر نہیں، امام اور رہنما بنا کر بھیج رہا ہوں۔ خبردار! مسلمانوں کو مار پیٹ کر انہیں ذلیل و خوار نہ کرنا۔"

یاد رہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی پیٹھ پیچھے برائی کرے، ایک دوسرے پر طعن کرے یا ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارے۔ وہ بدگمانی، بدزبانی اور خواہ مخواہ کے تجسس کو گناہ قرار دیتا ہے۔ زنا کے لئے اگر سو کوڑوں کی سزا مقرر کرتا ہے تو محض تہمت بازی پر اسی کوڑے واجب قرار دیتا ہے۔

نجی زندگی کے تحفظ کا حضرت عمرؓ کے اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلافت کے سربراہ کی حدود مداخلت کیا ہیں؟ اور ایک شہری کو اس مداخلت سے کتنا وسیع تحفظ حاصل ہے؟ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ کو شک گذرا اور دیوار پر چڑھ گئے۔ دیکھا کہ وہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراب بھی موجود ہے اور ایک عورت بھی۔ آپ نے پکار کر کہا' اے دشمنِ خدا! کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا؟" اس نے جواب دیا۔ امیر المومنین! جلدی نہ کیجئے' اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں۔ اللہ نے تجسس سے منع کیا ہوا ہے اور آپ نے تجسس کیا۔ اللہ نے حکم دے رکھا ہے کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے۔ اللہ کا حکم ہے کہ اپنے گھر کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت کے بغیر نہ جاؤ اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر تشریف لے آئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ البتہ اس سے وعدہ لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔

شخصی آزادی کی صورتِ حال یوں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ایک شخص عراق سے آیا اور حاضر خدمت ہو کر کہا "امیر المومنین میں ایک ایسے معاملے کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں کہ نہ جس کا کوئی سر ہے نہ پیر۔ آپ نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا" جھوٹی شہادت کا فتنہ ہمارے ملک میں پھوٹ پڑا ہے۔" حضرت عمرؓ نے کہا "اچھا یہ چیز شروع ہو گئی" اس نے کہا" ہاں" آپ نے فرمایا" تم پریشان نہ ہو خدا کی قسم اسلام میں کوئی شخص بغیر عدل کے قید نہیں کیا جا سکتا۔" بالفاظ دیگر نظامِ خلافت میں معقول عدالتی چارہ جوئی کے بغیر نہ کسی شہری کو سزا دی جا سکتی ہے نہ اسے قید کر کے آزادی سے محروم کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی ریاست کا ایک یہ بھی اصول ہے کہ کسی شہری کو کسی دوسرے کے قصور میں نہ پکڑا جائے۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ملزم کی بجائے اس کے باپ' بیٹوں' ماں' بہنوں یا دوسرے رشتے داروں کو گرفتار کر لیا جائے۔ اسلام نے شہریوں کو حق دیا ہے کہ ان پر ظلم ہو تو وہ اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ظالم سے ہرگز نہ دبیں اور اس کے ظلم کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہ کریں۔ بلکہ فرمایا گیا" افضل ترین جہاد اس شخص کا ہے جو کسی حق سے ہٹے ہوئے سلطان کے سامنے کلمۂ حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہے ۔" یہ بھی فرمایا کہ لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب نازل کر دے ۔ اسلام نے ظلم کے خلاف محض احتجاج کا حق ہی نہیں دیا بلکہ یہ حق بھی دیا ہے کہ اگر یہ احتجاج صدا بصحرا ثابت ہو تو ظالم کی اطاعت سے انکار کر دیا جائے اور اسے اس کے منصب سے ہٹا دیا جائے کیونکہ منصبِ امارت کی اولین ذمہ داری ظلم کو مٹانا اور عدل کو قائم کرنا ہے ۔ فرمایا گیا "حدود سے نکل جانے والوں کی اطاعت نہ کرو ۔"

اسلامی ریاست کے شہریوں کو محض یہی حق نہیں دیا گیا کہ جب ان پر ظلم ہو تو وہ زبان کھولیں بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ کسی دباؤ، دھونس یا لالچ میں آکر لگی لپٹی بات کہنے والا شاید دنیا میں تو سزا سے بچ جائے مگر آخرت میں اسے اس جرم کا خمیازہ بہرحال بھگتنا ہو گا ۔ حضرت ابوبکرؓ تو خطبات میں باقاعدہ اظہارِ رائے کی دعوت دیتے تھے ۔ مشہور واقعہ ہے حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ نے نہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی نہ حضرت عمرؓ کے ۔ لیکن ان کی اس روش کے باوجود نہ حضرت ابوبکرؓ نے کبھی تعرض کیا اور نہ حضرت عمرؓ نے ۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں آزادیٔ رائے کا یہ عالم تھا کہ کوئی آدمی راہ چلتے یا بھری مجلس بلکہ بر سرِ منبر بھی اگر چاہتا تو آپ کو ٹوک سکتا تھا یا آپ سے اپنی شکایت بیان کر سکتا تھا اور آپ کا مؤاخذہ کر سکتا تھا ۔ احتساب کرنے والے کو آپ نے اپنی دو چادروں کا حساب بھرے مجمع میں دیا ۔ تجدید مہر کا فیصلہ کھلے اجلاس میں واپس لیا بلکہ معترض خاتون کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے انہیں سیدھی راہ دکھائی ۔ ایک خاتون راہ چلتے آپ پر برس پڑیں اور بولیں "عمر تمہارے حال پر افسوس ہے ، میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے جب تم عمیر کہلاتے تھے اور لاٹھی لئے دن بھر عکاظ میں بکریاں چراتے پھرا کرتے تھے ۔ اس کے بعد میں نے تمہارا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جب تم عمر کہلانے لگے اور اب یہ زمانہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ امیر المومنینؓ بنے پھرتے ہو ۔ رعایا کے معاملے میں خدا سے ڈرو اور اس بات کو یاد رکھو کہ جو اللہ کی وعید سے ڈرے گا اور آخرت کے بعید عالم کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اپنے آپ سے بالکل قریب پائے گا اور جس کو موت کا ڈر ہو گا وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہے گا کہ خدا کی دی ہوئی فرصت رائیگاں نہ جائے۔"

حضرت عثمانؓ نے تو سیاسی اختلافات کی اتنی کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ مخالفین کو طاقت سے کچلنے یا ان کی زبان بند کرنے پر 'اپنی جان دینے کو ترجیح دی۔ حضرت علیؓ نے اختلاف کرنے والوں کو کبھی طاقت کے ذریعہ نہیں کچلا بلکہ اس کی پوری اجازت دی۔ مخالفین تک کو بیت المال سے جو ان کا حصہ نکلتا تھا باقاعدگی سے ملتا رہا۔ نہ کسی کی جائداد ضبط کی نہ کسی کا وظیفہ بند کیا۔

خلافت میں آزادی ضمیر و اعتقاد کا یہ عالم کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں غیر مسلم تک اسلامی ریاست میں اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت کر سکتے ہیں۔ کسی کو مجبوراً مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ آزادی عقیدہ کے متعلق اسلام نے صرف یہی ہدایت نہیں دی کہ تم کسی پر جبر نہ کرو بلکہ یہ حکم بھی دیا ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کرو۔ کسی کے معبودوں کو برا بھلا نہ کہو۔ مذہبی بحث و مباحثہ میں احسن انداز اپنایا جائے اور کسی صورت بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

اسلام دنیا کے تمام انسانوں کو بحیثیتِ انسان مساوی قرار دیتا ہے۔ ہاں عمل کے لحاظ سے کوئی بازی لے جائے تو وہ قابلِ تحسین و ستائش۔ حسب نسب کی بجائے تقویٰ و طہارت کو باعثِ افتخار قرار دیا۔ فرمایا کہ جرم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ سے بھی سرزد ہوا تو سزا سے نہ بچ سکے گی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰنؓ پر حد جاری کر کے قانون کی نظر میں مساوات کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ جن کی نظیر تاریخ عالم میں شاذو نادر ہی ملتی ہیں۔ خلیفۂ وقت بہ نفسِ نفیس قاضی کی عدالت میں اس سلسلے میں حاضر ہوئے جس میں ایک یہودی نے ان کی زرہ چرائی تھی۔ وہاں پر جب قاضی نے آپ کو ابو تراب کہہ کر پکارا تو رنجیدہ ہوئے اور کہا "آپ نے مجھے کنیت کے ساتھ خطاب کیا اور اس طرح میرے فریق کے مقابلے میں میری عزت افزائی کی۔ یہ میرے فریق کے ساتھ نا انصافی ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک عدل و انصاف کا تعلق ہے تو خلافت کا مقصد ہی قیامِ عدل ہے۔ اس کے متعلق جو ہدایات دی گئیں وہ یوں کہ عدل کو نہ صرف قائم کرو بلکہ اس کا پرچم بلند کئے رکھو یعنی جہاں اسے دبتا دیکھو، وہاں اسے سربلند کرنے کے لئے مقدور بھر قوت لگا دو۔ گواہی کسی فریق کی ہار جیت کے لئے نہیں صرف خدا کی خوشنودی کے لئے دو۔ سچی گواہی کی زد خواہ اپنے آپ پر پڑتی ہو یا والدین اور دوسرے اقرباء پر، اس کی پروا نہ کرو۔ گواہی دیتے وقت فریقین کے مقام و منصب اور ان کی معاشی و معاشرتی حیثیت کہیں تمہارے سچ بولنے میں حائل نہ ہو جائے گواہی میں امتیاز برتنا خیر خواہی نہیں بلکہ صریحاً ظلم اور بدخواہی ہے۔ گواہی دیتے وقت حقائق کو جوں کا توں بیان کرو۔ اس میں اپنی خواہش کی قطعاً آمیزش نہ ہونے دو۔ کھری اور بے لاگ گواہی سے گریز کرکے ظلم اور بے انصافی کا ذریعہ بن گئے تو جان رکھو جب اللہ کے حضور پیش ہو گے تو سزا سے نہ بچ سکو گے۔ پھر کسی گروہ کی دشمنی بھی تمہیں اتنا متاثر نہ کرے کہ عدل و انصاف سے پھر جاؤ۔ ارشادِ رسالت مآب ؐ یوں ہے کہ "امامِ عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

حضرت عمرؓ نے اپنے ایک قاضی کے نام خط لکھا تو یوں "مجلس قضا میں نہ مول بھاؤ کرو، نہ خرید و فروخت کرو اور دو آدمیوں کے درمیان کبھی ایسی حالت میں فیصلہ نہ کرو کہ تم غصے میں ہو۔" دورِ خلافتِ راشدہ میں عدالتی نظام تاجرانہ اندازِ فکر سے یکسر پاک رہا۔ قیامِ عدل کے مصارف تمام تر حکومت کے ذمہ تھے۔ فریادی کے لئے بس اتنا کافی تھا کہ وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا دے اور ایک عدالت کے فیصلے سے مطمئن نہ ہو تو عدالتِ عالیہ اور عدالتِ عظمیٰ تک جا پہنچے۔ یہ سب کچھ ایک پائی خرچ کئے بغیر ورنہ تو ظاہر ہے اسے دوہرے ظلم سے دوچار ہونا پڑتا یعنی ایک شکایت لئے پھرنے کا اور دوسرے مالی پریشانیوں کا۔

معاشی معاملات میں خلافت کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ معاشرہ میں کسبِ حرام کے تمام دروازے بند کرے اور کسبِ حلال کی راہیں کشادہ کرے۔ پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو حقوق دلانے میں ان کی مدد کرے' کوئی بیٹا باپ کی کفالت سے پس و پیش کرے تو اس سے بزور یہ حق دلوایا جائے۔ کوئی شوہر بیوی کا مہر یا نفقہ یا بچوں کا حق دینے سے انکار کرے تو قانوناً اسے ان کفالتوں کا پابند بنایا جائے۔ خلافت کی ایک اور ذمہ داری زکوٰۃ کے نظام کو قائم کرنا اور مستحقینِ زکوٰۃ کا حق صاحبِ نصاب لوگوں سے وصول کر کے حق بہ حق دار رسید کرنا ہے۔ جن کا کوئی کفیل نہ ہو ان کی کفالت اپنے ذمہ لینا ہے۔ کفالتِ عامہ کی یہ صورت رکھی گئی ہے کہ ہر فرد حدودِ شریعت میں رہ کر زیادہ سے زیادہ کمائے۔ اپنی ضروریات پر کم سے کم خرچ کرے اور جو کچھ زائد از ضرورت ہو وہ معاشرے کے نسبتاً پسماندہ اور نادار لوگوں کو منتقل کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد دے تاکہ معاشی ناہمواریوں کا وجود نہ رہے اور معاشرہ میں اعتدال و توازن پیدا ہو۔ وراثت' وصیت' مہر' طلاق وغیرہ کی صورتوں میں فریقین کے حقوق کو دائرۂ قانون میں لایا گیا تاکہ کسی فریق کے ساتھ کوئی ادنیٰ سی زیادتی نہ ہونے پائے۔

خلافت میں ہر شہری کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی ایسے حکم کو ماننے سے انکار کر دے جس کی تعمیل سے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہو یہاں تک کہ معصیت کا حکم دینے والی اتھارٹی کے خلاف عدالت سے رجوع کیا جا سکتا ہے جو نہ صرف ایسی اطاعت نہ کرنے والے کو قانونی تحفظ مہیا کرے گی بلکہ معصیت کا حکم دینے والے کو مناسب سزا بھی دے گی۔

اسلام کی رو سے خلافت چونکہ کسی فرد' گروہ' خاندان' نسل یا جماعت کو نہیں بلکہ بہ حیثیتِ مجموعی پوری ملتِ اسلامیہ کا حق ہے اس لئے ہر فرد کو مملکت کے امور میں شرکت کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ لوگوں اور ان کے نمائندوں یعنی ممبرانِ شوریٰ کو تنقید و اختلافات کی سہولتیں میسر ہوتی ہیں۔ تمام کے لئے حقائق کا جاننا لازمی تاکہ وہ صحیح مشورہ دے سکیں۔ پھر جسے وہ چاہیں وہی حکومت کرے اور جسے وہ نہ چاہیں حکومت کے منصب سے چلتا کیا جائے۔ تنظیم سازی کی پوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی بشرطیکہ وہ خلافت کی مدد و معاون ہو نہ کہ محض حریف و مزاحم۔

خلافت میں کسی بھی شہری کو اپنی پسند کے مطابق کسی بھی جگہ سکونت اختیار کرنے اور حدودِ مملکت کے اندر اور بوقتِ ضرورت مملکت سے باہر دنیا کے کسی بھی حصے میں آنے جانے کی آزادی کا اصول کار فرما ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں خوارج کی سرکشی اور فتنہ انگیزی انتہا کو پہنچ چکی تھی لیکن آپ نے ان کے آزادی سے گھومنے پھرنے اور جہاں جی چاہے وہاں رہنے کے حق کو بہرطور برقرار رکھا۔

خلافت میں مزدوروں، کسانوں اور دوسرے محنت کشوں سے بیگار لینے کا کوئی مجاز نہیں ۔ ان کی محنت کا معقول معاوضہ اور وہ بھی پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینا ہوتا ہے۔ ان کے مالی و جانی نقصان کی تلافی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک لازمی پابندیاں ہیں۔ اسی طرح خدمت وصول کرنے والے پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ طے شدہ مزدوری کے بدلے بہترین خدمات انجام دے۔ جو سامان اس کی تحویل میں دیا جائے اسے امانت سمجھ کر استعمال کرے ۔ حضرت عمرؓ کا یہ معمول تھا کہ آپؓ ہر شنبہ کو مدینہ کے قرب و نواح میں جاتے اور اگر کسی شخص کو ایسے کام میں دیکھتے جو اس کی قوتِ برداشت سے زیادہ ہوتا تو اس کا بار ہلکا کر دیتے۔

غیر مسلم رعایا کے بارے میں خلافت کے چار زریں اصول۔ پہلا تو یہ کہ جو عہد بھی ان سے کیا جائے اسے پورا کیا جائے۔ دوسرے مملکت کے دفاع کی ذمہ داری ان کی نہیں بلکہ مسلمانوں پر ہی عائد ہوگی، تیسرے ان کی طاقت سے زیادہ ان پر جزیہ اور مال گذاری کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا اور چوتھے معذور و محتاج ذمیوں کی پرورش حکومت کے خزانہ سے ادا کی جانا ہو گی۔

اخلاقیاتِ خلافت کا یہ زریں اصول کہ پاسِ عہد کی بہرحال پابندی ہوگی۔ دورِ نبوت سے لے کر دورِ خلافت راشدہ کے مشکل ترین اور نازک ترین موقعوں پر اس اصول کی بطریقۂ احسن پابندی کی گئی۔ غزوۂ بدر میں جب مسلمان اپنی جمعیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھانے کے لئے ایک ایک آدمی کے حاجت مند تھے۔ حذیفہ بن الیمان اور حضرت حسیل دو صحابہؓ کو محض اس لئے معرکۂ بدر میں شمولیت سے روک دیا گیا کہ آتے ہوئے راستے میں جب کفار سے ان کا ٹاکرا ہو گیا تو وہ وعدہ کر آئے تھے کہ وہ جنگ میں شامل نہیں ہوں گے۔ ابو جندل بن سہیلؓ اور ابو بصیرؓ جو کفار و مشرکین سے جان بچا کر مسلمانوں کے ہاں پہنچ گئے تھے اس لئے واپس کر دیئے گئے کیونکہ صلح حدیبیہ میں ایسا ہی طے ہو چکا تھا۔

اور تو اور خلافت نے جنگ جیسی مہیب مشق کو مہذب بنا دیا۔ رات کے وقت حملہ کرنے کو منع فرمایا۔ افواج کی پیش قدمی کے وقت فصلوں کو خراب کرنے' جنگ میں جو لوگ براہ راست شریک نہ ہوں ان کو قتل اور آتش زنی کو فساد قرار دے کر نا جائز قرار دیا۔ انتقام میں دشمن کو زندہ جلانے' دشمن کو باندھ کر قتل کرنے اور تکلیفیں دے دے کر مارنے' گھروں میں بلا اجازت گھسنے' بچوں بوڑھوں کو مارنے پیٹنے اور عورتوں سے گستاخی کرنے کی قطعاً ممانعت کر دی۔ اور تو اور راستے میں دودھ دینے والے جانور مل جائیں تو ان کا دودھ دوہ کر پینے کی بھی اجازت نہیں۔ دشمن کی لاشوں کو بے حرمت کرنے اور ان کے اعضاء کی قطع و برید کرنے کو بھی نظام خلافت ممنوع قرار دیتا ہے۔ سفراء اور قاصدوں کے قتل کی سختی سے ممانعت ہے۔ فوجوں کی حرکت اور پڑاؤ کے وقت بد نظمی وانتشار اور شور و ہنگامہ جیسی جاہلانہ رسومات کی کوئی گنجائش نہیں۔

خلیفہ اول ابو بکرؓ نے شام کی طرف فوجیں روانہ کرتے وقت جو ہدایات دیں وہ یوں:

۱۔ عورتیں' بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں
۲۔ مثلہ نہ کیا جائے
۳۔ راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کے معابد مسمار کئے جائیں۔
۴۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

۶۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

۷۔ بد عہدی سے بہرحال احتراز کیا جائے۔

۸۔ جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا۔

۹۔ اموالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

۱۰۔ جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

یہ ہے مختصر جھلک اس عظیم نظامِ حکومت و معاشرت کی جسے اسلام کی زبان میں خلافت کہا جاتا ہے۔ پوری تفصیلات کی یہ چھوٹی سے تصنیف متحمل نہیں تاہم ہر کہ ومہ بچشمِ سر دیکھ سکتا ہے کہ خلافت کوئی خالی خولی نظام نہیں۔ نوعِ انسانی کے لئے یہ پیغامِ آخریں سراپا رحمت، سربسر سعادت، خزینۂ فیوض و برکات اور منبعٔ رشد وہدایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالقِ ارض و سما اپنی مخلوق کی فلاح و بہبود کی خاطر اس نظام کو اس دنیا میں رواں دواں اور برپا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے بندوں کی طرف سے خلافت کے قیام میں لگائی گئی محنت و جانفشانی کو وہ اپنی مدد قرار دیتا ہے اور اس راستے میں لگائے گئے مال کو وہ اللہ کو قرض حسنہ دینے سے تعبیر کرتا ہے۔ اسی لئے پیغمبروں کی آمد اور اس دنیا میں ان کی جدوجہد کا مرکز و محور وہ اقامتِ دین و قیامِ خلافت قرار دیتا ہے۔ جو فرد خلافت کو برپا کرنے اور قائم و دائم رکھنے میں اپنا تن من دھن لگائے اسے وہ "فوز العظیم" کی بشارت دیتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا کہ اگر ربِ کائنات، اس کائنات سے چند ساعتیں لاتعلق ہو جائے تو اس منظم و منضبط کائنات کا تانا بانا اسی لمحے درہم برہم ہو جائے۔ بعینہٖ اگر مسلمان اس دنیا میں اسے عطا کردہ منصبِ خلافت سے لاتعلق ہو جائے یا اس کے عدم وجود کو برداشت کرے تو انسانیت نہ صرف ان فیوض و برکات سے محروم ہو گی جن کا اوپر ذکر کیا گیا، بلکہ انسانی پیش رفت کا پہیہ جام ہو جائے گا۔ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا دار المحن بن جائے گی۔ شر' فساد' رنج و الم' بے ربطگی و بے اعتدالی' تباہی و بربادی وغیرہ اس کا مقدر بن جائے گا۔ شومئی قسمت یہی وہ صورتِ حال ہے جس سے پوری انسانیت بالخصوص اسلامی دنیا سالہا سال سے دوچار ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد کم ہی لمحات ایسے آئے جب اس دنیا کے مکینوں نے کبھی نظامِ خلافت کی کوئی رمق دیکھی ہو۔

روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کسی فرد' جانور' کیڑے مکوڑے وغیرہ ہی کی نہیں پوری انسانیت کی اسی میں فلاح و کامیابی ہے کہ خلافت کا نظام اس دھرتی پہ بہ تسلسل قائم رہے۔ وقت کے کسی موڑ پر اس کی عدم موجودگی تو درکنار توقف و بے ربطگی نہ آئے۔ اسی میں امریکہ و یورپ والوں کا' اسی میں افریقہ و ایشیا والوں کا اور اسی میں آسٹریلیا اور قطبین والوں کا بھلا ہے۔ یہ ضرورت (Concern) کسی ایک ملک' کسی ایک قوم یا کسی ایک گروہ اور جماعت کی نہیں بلکہ ہر ذی روح بلکہ غیر ذی روح کی موت و حیات' دکھ سکھ اور سزا و جزا کا مسئلہ ہے۔ نظامِ خلافت رواں دواں رہے تو نورٌ علیٰ نور' نہ رہے تو وہی صورتِ حال کہ "ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس"۔ یعنی خشکی و تری میں فساد ہی فساد لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔ یہی مفہوم ہے اس حدیث کا جس میں ہادیٔ برحق علیہ السلام نے مرکز و محور یعنی خلافت سے منسلک رہنے کی تاکید کرتے ہوئے یوں فرمایا:

> "جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں' اس کی موت جاہلیت پر ہوئی۔" (مسلم۔ کتاب الامارہ)

حدیث کے الفاظ میں "من مات" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں محض مسلمان و مومن کے نہیں' مطلب یہ کہ قیام و دوامِ خلافت کسی قوم' گروہ یا طبقے کی ضرورت ہی نہیں نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کا مسئلہ ہے۔ یہ قائم ہو گی تو انسانیت کی گاڑی بطریقۂ احسن رواں دواں رہے گی ورنہ دنیا والے مصائب و مشکلات کی دلدل میں پھنستے ہی چلے جائیں گے۔ بالفاظِ دیگر ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں کے مصداق کرنے کا اب صرف "ایک" ہی کام ہے اور وہ ہے قیامِ خلافت یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقامتِ دین۔
کرے تو کون؟

لاریب ' اس دنیا کو سنوارنے اور سنورا رکھنے کی ذمہ داری صرف اور صرف مسلمانوں کی ہے ۔ قیامت ہوگی پوچھا جائے گا۔ کہاں مر گئے تھے تم جب دنیا میں کفرو شرک کی علمبردار قوتیں سپر طاقتیں بن گئیں ۔ تمہارے جیتے جی تمہارے رب کے باغی دنیا کی قیادت پر متمکن ہو گئے ۔ تمہارے سامنے انسانیت ظلم و ستم کی چکی میں پستی چلی گئی ۔ تمہارے ہوتے ہوئے اسلامی دنیا کو استعماری لکیریں کھینچ کر ان خطوں کو جو عظیم تر اسلامی مملکت کے صوبے ہوتے تھے خود مختار مملکتوں کا روپ دے دیا گیا۔ خلیفہ و خلافت کی بساط الٹ دی گئی ۔ مسلمان سرزمینوں پر تمہارے اور میرے دشمن نت نئے تیار کردہ آلات آزماتے رہے ۔ تم اتنے بے توفیق ہو گئے کہ اغیار کے لئے مٹی کے کھلونے بن گئے ۔ وہ جب اور جیسے چاہتے آپ کو ڈھال لیتے ۔ مسلسل میرے احکام کو پس پشت ڈال کر تم اغیار کی خواہشات کی تکمیل میں لگے رہے ۔ مسلمان کا لہو مانندِ آب ہو گیا۔ عصمتیں لٹتی رہیں ' بچے ' بوڑھے ' بیمار مدد کے لئے پکارتے رہے ۔ لیکن ظالمو ' تم ان سب ہولناکیوں کا اس بے غیرت کی طرح مشاہدہ ہی کرتے رہے جو سمندر کے کنارے کھڑا ڈوبتے جہازوں اور تیرتی لاشوں کا محض نظارہ کرنے میں منہمک رہے ۔

کرے تو کیسے؟

ظاہر ہے اصلاحِ احوال ایک ہی طریقہ سے ممکن ہے کہ امت کی گاڑی جہاں سے پٹڑی سے اتری تھی ' وہیں سے پھر اسے پٹڑی پر ڈال دیا جائے ۔ بیماری کی تشخیص ہو چکی ۔ علاج مشکل ضرور ' ناممکن نہیں ۔ دل کو پھر جسم میں پیوند کریں گے تو بگڑی بنے گی ورنہ ایں خیال است و محال است و جنوں ۔ تمام موجودہ اسلامی ممالک کو باہم مدغم کر کے عظیم تر اسلامی مملکت --- دار الاسلام --- کو معرضِ وجود میں لانا ہو گا۔ خلیفہ و خلافت کے وہ تمام ضابطے اپنا کر جن کا باب دوم میں ذکر ہوا اسلام کو پھر بالفعل دنیا میں متمکن کرنا ہو گا۔ کام کا آغاز تاخیر سے سہی ۔ تاہم سچ سچ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہے جب بھی اختیار کیا جائے۔ اس کے لئے نہ کوئی زماں ناموافق ہے نہ کوئی مکاں ناسازگار۔ حماقت ہو گی تو مزید تاخیر کرنے میں اور ناکامی ہو گی تو کبھی بھی نہ کرنے سے۔ اس "کارِ عظیم" کو کیسے کیا جائے۔ قدم بہ قدم کچھ اس طرح:

۱۔ پہلے مرحلہ میں دنیا کے طول و عرض بالخصوص مسلم دنیا میں خلیفہ و خلافت کے بھولے بسرے تصور کو پھر عام کیا جائے۔ "سبق پھر پڑھ" کی ایک عالم گیر تحریک کو حقیقت کا روپ دیا جائے۔ دیگر ذرائع ابلاغ کے علاوہ دنیا بھر میں تبلیغ اکیڈمیوں اور تبلیغ سنٹروں کا جال بچھا دیا جائے۔ جہاں مذاکرات ہوں' سیمینار ہوں اور لٹریچر کی تقسیم کا خاطر خواہ انتظام ہو۔ یاد رہے یہی وہ کام ہے جو تحریکِ تبلیغ پہلے مرحلہ کے طور پر کرنے کا عزم لئے ہوئے ہے۔ اس سلسلے میں کام کا آغاز ہو چکا۔ فریاد ہے' پکار ہے کہ امت کا ہر بہی خواہ اور اپنی دنیا و آخرت کا ہر خیر خواہ اس "ایک" کام میں جُت جائے تاکہ پیغام دنیا بھر میں ہر کچے یا پکے گھر پہنچ جائے اور ہر کہ و مہ اپنی تگ و دو کا وہی مقصد بنا لے جو پیغمبروں کی جدوجہد کا مقصد تھا۔ مسلمان حکومتوں' علماء کرام اور صلحائے امت کو بڑھ چڑھ کر اور مرکزی کردار ادا کرنا ہے کیوں کہ مغفرت و نجات تو ہر اس نفس کی ضرورت ہے جو اس دنیا میں آگیا اور جسے لوٹ کر اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ سب سے بڑھ کر منبر و محراب سے جو صدا اٹھے گی انشاء اللہ صدا بصحرا نہیں جائے گی۔

۲۔ جب آگاہی و تصور کا مرحلہ طے ہو گیا تو دوسرے مرحلے پر تین صورتیں ممکن ہیں:۔

اولاً اس وقت وہ تمام حکمران جو مختلف مسلم ممالک کی سربراہی پر متمکن ہیں خدا خوفی' دانشمندی اور ایثار و قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آپ میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیں' باقی سب ان صوبوں کے گورنر بن جائیں جو اس وقت تو خود مختار مملکتیں ہیں لیکن خلافت کی شکل میں دار السلام یعنی دنیا میں عظیم تر واحد اسلامی مملکت کے صوبوں کا روپ دھار جائیں گے۔ یہ طریقِ کار احسن تر اور آسان تر ہے۔ یوں ہو جانے سے اس دنیا میں بھی اسلام والے غالب ہوں گے اور آخرت میں بھی سرخرو' یہ کس حکمران سے مخفی ہے کہ اگر وہ یہ طریقہ از خود اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے قاصر رہے تو بصورتِ دیگر بھی اسے ایک نہ ایک دن قیادت کو خیرباد کہنا ہے۔
ثانیاً موجودہ مسلمان حکمرانوں میں سے کوئی اس قدر طاقت پکڑلے یا ان میں سے بالفعل کسی کو اپنے ملک میں بطورِ خلیفہ نصب ہونے کا شرف حاصل ہو جائے کہ وہ دوسرے چھوٹے بڑے مسلم ممالک کو کسی نہ کسی طور ایک مملکت میں مدغم کرگذرے۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں بہ رضا و رغبت' بذریعہ طاقت یا کوئی اور انداز جو بھی اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے میں ممد و معاون ہو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مقصد واضح تر ہو آگیا تو بہ ظاہر یہ مشکل کام بھی آسان ہو جائے گا۔

ثالثاً مندرجہ بالا دونوں صورتوں کے کارگر نہ ہونے کی صورت میں تیسری اور آخری صورت یہ رہ جاتی ہے کہ پوری اسلامی دنیا کے عوام جب دار السلام کے قیام کو اپنا مطمحِ نظر بنا لیں تو سڑکوں پر نکل آئیں اور ان جملہ سربراہوں کو مجبور کردیں کہ وہ ہر قیمت پر بحالیٔ خلافت پر نہ صرف متفق ہو جائیں بلکہ ایسا بالفعل کرگذریں۔
یاد رہے ہر سہ صورتوں میں جو بیان ہوئیں پہلے چند ماہ تو جیسی تیسی ہوئی عارضی خلافت قائم ہوگی لیکن جلد ہی اسے ان قواعد و ضوابط کے مطابق متمکن کرنا ہوگا جن کا ذکر باب دوم میں ہوا۔ ایک اور اہم بات جس کا ذکر ضروری ہے' یہ کہ قیام خلافت جیسا کہ ذکر ہوا پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کا مظہرو موجب ہے لہٰذا جس قدر ہو سکے غیر مسلم دنیا کو بھی اس مہم میں شامل کیا جائے۔ بطورِ انسان ہر کافر و مشرک خیر خواہی کا مستحق ہے جب تک کہ وہ خود خلافت کے راستے کا پتھر نہ بنے۔
آخر میں ہم ایک دفعہ پھر عرض کردیں کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں کے مصداق ہمارے جملہ مسائل و مشکلات کا حل بحالیٔ خلافت میں ہے۔ یہ کام آج کر گذریں کل والی دنیا انشاء اللہ جنت نشان ہوگی۔ اسی میں ہمارے رب کی خوشنودی ہے' اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تکمیل ہے اور اسی میں ہماری بلکہ پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔۔۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ

خلافتِ راشدہ کا نظامِ حکومت اور پاکستان

— چودھری رحمت علی —

کرۂ ارض پر صرف ایک ہی ملک ایسا ہے جس کا وجود اسلامی نظام اپنانے کے مطالبے کا مرہونِ منّت ہے۔ شومئی قسمت کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد طرزِ حکومت کے یہاں کئی تجربے کئے گئے اگر نہیں تجربہ کیا گیا تو اسی اسلام کا جس کو اپنانے کا وعدہ کر کے اس ملک کو منصۂ شہود پر لایا گیا تھا۔ دساتیر و قوانین کو تو بہت کھنگالا گیا لیکن پوری احتیاط کر کے کہ کہیں اس ملک میں وہ نظام نہ آ پائے جو بغرض حق و انصاف حکمرانوں تک کو عدالت میں لا کھڑا کرتا ہے یا ایک عام شہری سے خلیفہ تک کا احتساب کروا دیتا ہے۔ ہمارا آج کا موضوع گذشتہ کوتاہیوں کو دہرانا نہیں مختصرا اس خاکے اور حکمتِ عملی کو پیش کرنا ہے جس سے کسی بڑے انقلاب یا خون خرابے سے بھی بچا جا سکے اور اس ملک کے ایوانوں اور گلی کوچوں میں کتاب و سنّت کا دور دورہ بھی ہو جائے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور اس نے انسانی زندگی کے ہر گوشے اور دائرہ کار کے لئے واضح ہدایات دی ہیں۔ البتہ جن دائرہ ہائے کار میں تمدنی ترقی کے باوجود ردوبدل کا امکان کم تھا ان کے متعلق تو شروع میں ہی تفصیلا ہدایات دے دیں۔ ایسے ہی دائرہ کار کی ایک مثال عائلی نظام ہے' جس میں نکاح' طلاق' وراثت وغیرہ کی آج بھی وہی صورتیں ہیں جو مثال کے طور پر ساتویں صدی عیسوی میں تھیں۔ تاہم ایسے دائرہ ہائے کار جہاں تمدنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ حالات میں زیادہ تبدیلی کا امکان تھا وہاں چاروں کونے اصولاً متعیّن کر کے اجازت دی گئی ہے کہ اس متعیّن چار دیواری کے اندر اندر جیسے بھی حالات ہوں فیصلے کر لئے جائیں۔ نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ فیصلوں میں کوئی بھی تبدیلی ہو گی تو متعیّن چار دیواری کے اندر اندر۔ کوئی مائی کا لال خواہ کتنا ہی بااثر کیوں نہ ہو متعیّن حدود میں ردوبدل کرنے کا مجاز ہے نہ ان کی خلاف ورزی کرنے کا بجز اس کے کہ اپنے آپ کو قصور وار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گردانے۔ یاد رہے نظام حکومت ایسے ہی دائرہ ہائے کار میں سے ایک ہے۔

نظام حکومت میں اسلام سب سے زیادہ توجہ قیادت پر دیتا ہے کیونکہ قیادت ہی وہ چپو ہے جو چاہے تو کشتی کو سلامت و بحفاظت منزل پر پہنچا دے اور چاہے تو کسی منجدھار میں پھنسا دے یا کسی حادثے سے دوچار کر دے۔ طے کر دیا گیا کہ عہدے جن کی حیثیت امانت کی سی ہے صرف ان لوگوں کو دیئے جائیں جو ان کے اہل ہوں۔ سربراہِ مملکت اور ارکانِ شوریٰ کیلئے مسلمان' بالغ اور مرد ہونے کے علاوہ چار اوصاف کا حامل ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ یہ چار اوصاف ہیں تقویٰ (الحجرات : 13)' صلاح (النور : 55) علم اور جسم (البقرہ : 247)۔ تقویٰ کا مطلب ہے کہ آدمی کے دل میں اللہ کے ڈر کی چھاؤنی ہو۔ اسے راہِ راست پر رکھنے کے لئے یہ ڈر ہی کفایت کرے' کسی بیرونی قوت کی ضرورت کم ہی پڑے۔ تاہم تقویٰ چونکہ ایک اندرونی کیفیت کا نام ہے لہٰذا صلاح کو دوسری خوبی کے طور پر ضروری قرار دیا گیا۔ یعنی انہی لوگوں کے سپرد عہدے کئے جائیں جن کی زندگی کا ایک ایک عمل گواہی دے کہ وہ منکرات سے بچنے والے اور معروف کے کرنے والے ہیں۔ انکے کردار بلند' سیرتیں پاک اور اعمال صالح ہوں۔ ایسے افراد کی تیسری صفت علم کی ہے یعنی مذکورہ مناصب کے لئے صرف وہی افراد مستحق قرار پائیں جو کتاب و سنت پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ پر بھی پوری گرفت رکھتے ہوں۔ چوتھی خوبی جس کا ہونا لازمی ہے وہ یہ ہے کہ ایسے افراد جنہوں نے اسلام جیسے فطری نظام کو چلانا ہے کوئی اندھے لولے' بوڑھے یا بیمار وغیرہ نہ ہوں۔ تندرست و توانا ہوں۔ بڑی عظیم ذمہ داریاں ایسے افراد کو نبھانا ہوتی ہیں۔

یہ چار صفات گویا محور ہیں جن کے گرد اگر نظامِ حکومت گھومے تو وہ اسلامی نظامِ حکومت کہلائے گا ورنہ نہیں۔ یہ چار کونے (اس بارے میں اتفاقاً اوصاف بھی چار ہی ہیں) مقرر کرنے کے بعد اسلام اس کی اجازت دیتا ہے کہ ان اوصاف کے حامل افراد کو آگے لانے کے لئے کوئی بھی طریقِ کار اختیار کر لیا جائے۔ یہ طریقِ کار حسب حالات و حسب وسائل انتخابی ہو' انقلابی ہو' نامزدگی کا ہو' کوئی مضائقہ نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان میں ایسے افراد کو جو چار اوصاف سے بتمام و کمال متصف ہوں آگے لانے کے لئے کونسا طریقِ کار اختیار کیا جائے؟ یہ بات واضح رہے کہ اگر نیت و ارادہ ہو تو یہ کام جوئے شیر لانے کے مترادف نہیں اور نہ ہی اس کے لئے کسی ارسطو کے دماغ کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے بہت سے طریقے جو اختیار کئے جا سکتے ہیں ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک اور سہل ترین کا ذکر درج ذیل ہے۔

اس وقت قرآنی معیارِ اہلیت کی مذکورہ صفات کو پس پشت ڈالنے کے علاوہ ہم ایک اور بنیادی غلطی کے مرتکب ہیں اور وہ ہے صدر' وزیر اعظم' ایم این اے' ایم پی اے وغیرہ کے لئے بطور امیدوار کھڑا ہونے کی' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو ٹوک ارشاد ہے "خدا کی قسم' ہم نہیں دیتے عہدہ اس شخص کو جو اس کی درخواست کرے اور جو اس کی حرص کرے۔" (مسلم) شریعت کی اس واضح نص کی مخالفت کرتے ہوئے ہم نہ صرف مذکورہ پوزیشنوں کے لئے بطور امیدوار کھڑا ہوتے ہیں بلکہ اپنے حلقہ کے طول و عرض میں اپنی خوبیوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ اشتہار بازی کرتے ہیں' دیواریں سیاہ کرتے ہیں اور جلسے جلوسوں بلکہ سرمائے' برادری' تعصب اور جبرو تشدد کا سہارا لیتے ہیں۔ ہمارا یہ فعل چونکہ غیر اسلامی ہونے کے ناطے غیر فطری ہے لٰہذا اس کا انجام روپے پیسے' وقت' توانائیوں اور صلاحیتوں وغیرہ کے ضیاع کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ کئی کئی ماہ کاروبار ٹھپ ہو جاتے ہیں۔ شور شرابا' دھونس' دھاندلی اور محاذ آرائی کا دور دورہ ہوتا ہے حتیٰ کہ پوری قوم بلکہ حکمرانوں کی طنابیں کھنچی رہتی ہیں۔ اسلام ایسے گندے' گدلے اور بے سروپا ماحول کو ایک لمحہ برداشت نہیں کرتا۔

وقت کے اس موڑ پر متبادل راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ پورے ملک کو پہلے مناسب سائز کے انتخابی حلقوں میں تقسیم کیا جائے۔ یہ حلقے قومی اسمبلی کے موجودہ حلقوں کو بھی لیا جا سکتا ہے۔ پھر ان تمام حلقوں کو دس زونوں میں اس طور پر تقسیم کر دیا جائے کہ ہر زون میں برابر کے حلقے ہوں اور ضروری نہیں کہ ایسے زون بناتے وقت صوبوں کی موجودہ حدود کا خیال رکھا جائے۔ ہر زون کے لئے الیکشن کمیشن کا ایک پینل مقرر کیا جائے جو کم از کم دو ججوں اور ایک چیئرمین جج پر مشتمل ہو۔ ان پینلوں پر الیکشن کمیشن ہو جس کی حیثیت مرکزی ہو۔ اگر ارکانِ شوریٰ کی کل تعداد 360 ہو تو ایک پینل کی حدود 36 حلقوں پر مشتمل ہو گی۔

ہر پینل اپنے اپنے زون کے ہر حلقے کا بنفسِ نفیس دورہ کرے۔ ہر حلقہ کے مختلف ریسٹ ہاؤسوں میں ایک ہفتہ اس غرض کے لئے قیام کرے کہ اس حلقہ کے عوام کے مشورے سے 3 سے 5 افراد کو خود بطور امیدوار ارکانِ شوریٰ تجویز کرے۔ امیدوار ارکانِ شوریٰ کو پینل کا خود تجویز کرنا دو وجوہات کی بنا پر ضروری ہے۔ ایک تو اس لئے کہ جب

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معیاری لوگوں یعنی ایسے افراد کو آگے لانا مقصود ہے جو قرآنی معیارِ اہلیت پر پورے اتریں تو معیار جانچنے والا ادارہ جہاں تک ممکن ہو ایک ہی ہونا چاہیے۔ دوسرے ایسا کرنا اس لئے ضروری ہے کہ قرآنی معیارِ اہلیت پر پرکھنا ہر ایرے غیرے کا کام نہیں۔

الیکشن ٹیموں کے ذریعہ پورے ملک کے ہر حلقے سے یوں امیدوار ارکان شوریٰ کو تجویز کرنے کا کام تقریباً ایک سال میں ختم ہوگا۔ یہ کام مکمل ہونے کے بعد انتخاب کا مرحلہ آئے گا۔ انتخاب کی تاریخ سے ہفتہ عشرہ پہلے الیکشن کمیشن پاکستان ہر حلقہ کے مجوزہ افراد کے ناموں کا اعلان کرے' پہلے نہیں۔ اسی دوران میں حلقوں سے آمدہ عذر داریوں کی سماعت الیکشن کمیشن خود کرے۔ یعنی حلقے کا کوئی شخص / اشخاص اگر مجوزہ فرد ر افراد سے کوئی اور بہتر نام پیش کریں تو مجوزہ افراد میں مناسب رد و بدل کر لیا جائے۔ اس دوران میں اگر کوئی تجویز کردہ آدمی خود یا اس کا کوئی کارندہ کنویسنگ کرتا پایا جائے تو یہی امر اس کی نا اہلی کے لئے کافی سمجھا جائے۔ انتخاب میں عورتوں اور مردوں دونوں کو ووٹ ڈالنے کی سہولت ہو۔ مجوزہ افراد میں سے جو تجویز کردہ آدمی سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرے اسے مرکزی شوریٰ کا رکن چن لیا جائے۔ جو اس سے کم ووٹ حاصل کرے اسے صوبائی شوریٰ کے رکن ہونے کی سعادت ہو۔ یوں منتخب شدہ اشخاص انشاء اللہ وہی ہونگے جنہیں گل ہائے سرسبد کہا جا سکتا ہے یا جن کے متعلق یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ قرآنی معیار اہلیت کے حامل ہیں۔

تمام مرکزی اور صوبائی ارکان شوریٰ بغیر کسی نامزدگی کے خفیہ رائے دہی سے ایک دوسرے کو سربراہ مملکت کے لئے ووٹ دیں۔ جو رکن شوریٰ سب سے زیادہ ووٹ لے جائے یا شریعت کی زبان میں جو "اصلح" ہو اس پر سربراہِ مملکت کی ذمہ داریاں ڈالی جائیں۔ ایسے سربراہ کا کوئی بھی نام رکھا جا سکتا ہے ماسوائے خلیفہ کے جو کسی اسلامی ملک کی سطح پر نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کی سطح پر ہی ہو سکتا ہے۔ خدا کرے یہ نظام جسے پاکستان میں رائج کرنے کی حکمتِ عملی دی گئی ہے پوری اسلامی دنیا پر صادق آئے۔ ارکانِ شوریٰ میں سے وزراء کا انتخاب' معزولی وغیرہ سربراہِ مملکت کی صوابدید پر ہو۔

سربراہِ مملکت جو یوں صرف قرآنی معیارِ اہلیت کی بنا پر منتخب ہوگا اس وقت تک اس عہدہ پر متمکن رہے گا جب تک قرآنی معیارِ اہلیت پر پورا اترے گا۔ جونہی مذکورہ چار صفات میں سے کسی ایک میں کمی آئے گی معزول کر دیا جائے گا خواہ وہ منتخب ہونے کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگلے ہی لمحے ایسا ہو جائے۔ تاہم سربراہِ مملکت پر 3 یا 5 سال والی تلوار لٹکتی نہ رہے گی وہ قرآنی معیارِ اہلیت کا حامل ہوتے ہوئے تاحیات بھی سربراہِ مملکت رہ سکے گا۔ موت' استعفاء یا معزولی کی صورت میں نئے سربراہِ مملکت کا انتخاب مذکورہ طریقے سے ارکانِ شوریٰ ہی سے ہوگا۔ عوامی سطح پر دوبارہ انتخاب ہوگا تو محض اس رکنِ شوریٰ کی جگہ کو پُر کرنے کے لئے جو سربراہ مملکت چن لیا جائے گا۔ یاد رہے سربراہِ مملکت کی موت کی صورت میں نئے سربراہ کا انتخاب دفنانے سے پہلے پہلے ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی رکنِ شوریٰ فوت ہو جائے' استعفاء دے دے یا معزول کر دیا جائے تو متعلقہ حلقہ میں سے دوبارہ انتخابی عمل سے نیا رکنِ شوریٰ چن لیا جائے گا۔ یاد رہے پورے ملک کی سطح پر انتخابی عمل دہرانے کی کبھی نوبت نہیں آئے گی۔

سربراہِ مملکت اور ارکانِ شوریٰ چونکہ بغیر امیدوار کھڑا ہوئے محض اہلیت کی بنا پر چنے جائیں گے۔ لہٰذا وہ کسی کے زیرِ بار نہیں ہونگے۔ انہیں کسی کو بے جا خوش کرنے اور خوش رکھنے کی کبھی ضرورت نہ پڑے گی۔ ہاں ضرورت اگر ہوگی تو اپنے معیارِ اہلیت کو مزید نکھارنے کی۔ اسی طرح سے عوام میں سے بھی ہر شخص کی اگر کوئی کوشش ہوگی تو اپنے آپ کو قرآنی معیارِ اہلیت پر پورا اترنے کی۔ سرمایہ و جاگیر وغیرہ وجہِ امتیاز نہیں رہے گی۔ نتیجہ کے طور پر عوامی سطح پر ایک پاکیزہ' صالح اور ہر قسم کے ظلم و ستم سے پاک معاشرہ معرضِ وجود میں آئے گا۔ دوسرے لفظوں میں وہ ماحول میسر رہے گا جو دورِ خلافت راشدہ میں تھا۔

اس طرح سے لائے ہوئے نظامِ حکومت میں مروجہ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کا وجود نہیں ہوگا۔ اسلام آپس میں ہی ایک طبقے کو دوسرے طبقے کے خلاف صف آراء نہیں کرتا۔ لہٰذا مذکورہ بالا حکمتِ عملی کے تحت لائے ہوئے نظام میں حزبِ اقتدار تو بہر حال ان لوگوں پر مشتمل ہوگا' جن کے کندھوں پر مشورہ و سربراہی کی ذمہ داریاں ڈالی گئیں تاہم حزبِ اختلاف تو تمام کے تمام عوام یعنی مملکت کے ہر مرد وزن کو کھلی چھٹی ہوگی کہ وہ مناسب پائے تو سربراہِ مملکت' کسی وزیر' رکنِ شوریٰ کا احتساب کر سکے۔ نیز اسلام میں سربراہِ مملکت چونکہ انتظامی سربراہ بھی ہوتا ہے اور مرکزی مسجد کا امام و خطیب بھی لہٰذا عورت کے لئے اس عہدے پر متمکن ہونا ممکن نہیں۔ عورت کو چونکہ اسلام نے تربیتِ اولاد اور گھر کی نگران بنایا ہے لہٰذا اسے ارکانِ شوریٰ میں بھی منتخب ہونے کی زحمت نہیں دی جائے گی البتہ سربراہِ مملکت اور دیگر اربابِ حل و عقد کے احتساب کا اسے کلی اختیار ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارکان شوریٰ کی حیثیت اسٹینڈنگ آرمی کی سی ہوتی ہے۔ جس طرح اسلامی مملکت کے دفاع کی نہ صرف اسٹینڈنگ آرمی بلکہ پوری ملتِ ذمہ دار ہوتی ہے۔ اسی طرح سربراہ مملکت بوقت ضرورت ارکانِ شوریٰ کے علاوہ کسی بھی عام شہری یا شہریوں سے مشورہ لے سکتا ہے۔ بنا برایں اسلامی نظام دو ایوانوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

لوکل گورنمنٹ یا مقامی نمائندوں کے لئے قرآنی معیارِ اہلیت کی شرط تو ہو گی ہی تاہم ان کے لئے مقامی ہونے کی صفت کو بھی اہمیت دینا ہوگی۔ مقامی کونسلوں کے ارکان کا چناؤ مساجد سے کیا جائے گا۔ متعلقہ حلقے کی ہر جامع مسجد کے نمازی اپنے میں سے ایک کو نمائندے کے لئے تجویز کریں گے۔ اس طرح جتنے افراد تجویز ہوں گے متعلقہ حلقے کے ووٹر ان میں سے ایک کو اپنا نمائندہ منتخب کریں گے۔ ایسے منتخب شدہ نمائندے بھی اس وقت تک نمائندگی کے اہل ہوں گے جب تک وہ قرآنی معیارِ اہلیت پر پورے اتریں گے بصورتِ دیگر بہتر افراد سے بدل دیئے جائیں گے۔

ہم اربابِ حل و عقد' مفتیانِ محراب و منبر اور ملک کے ایک ایک فرد سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ مندرجہ بالا حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہو کر ملکی قیادت صالح ہاتھوں میں دے دیں۔ انشاء اللہ بہت جلد اسلام کی برکات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی۔ کوئی بے سہارا نہ رہے گا۔ مانگنے والا کوئی نظر نہ آئے گا۔ ہر ایک کی کفالت وقت کا نظام کر رہا ہوگا۔ یتیم' مسکین' بیوہ' قیدی' مسافر' مریض غرضیکہ ہر کمزور طبقے کی فکر کرنے والا نظام ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ اللہ کرے یہ حکمتِ عملی ہمارے ذہنوں میں گھر کر جائے اور خلافتِ راشدہ کی طرح کا دور پھر لوٹ آئے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو۔ (القرآن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

جناب چودھری رحمت علی صاحب واپڈا میں پروجیکٹ ڈائریکٹر تھے۔ یہ منصب ان کے طبعی رحجان سے لگاؤ نہیں کھاتا تھا سو جتنی دیر بھی وہ اس منصب پر فائز رہے" دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشان کیئے ہوئے" کی سی کیفیت رہی۔ جونہی اس وبالِ دوش سے سبکدوش ہونے کا اک خوبصورت موڑ آیا، وہ اعلیٰ منصب کو اک شانِ قلندری سے چھوڑ کر اپنے اس عظیم کام میں مشغول و منہمک ہوگئے جس سے ان کی طبیعت کو آسودگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔

جناب چودھری صاحب افتادِ طبع کے اعتبار سے ایک پرجوش و باہوش مبلّغ اور داعی ہیں۔ ان کی دوسری حیثیتیں اس حیثیت میں دب کر رہ گئی ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی خاطر اگر انھیں شدید گرمی اور تیز و سخت سردی میں کئی کئی گھنٹے کسی سڑک یا کسی چوراہے پر کھڑا ہونا پڑے تو انہیں اس میں کوئی تردّد و تکلّف نہیں ہوتا۔

آغاز ہی سے چودھری صاحب کی تحقیق و تفکیر کا محور اسبابِ زوالِ اُمّتِ مسلمہ رہا ہے۔ اپنے ماہانہ پرچے "سبق پھر پڑھ" میں، ہفتہ وار حلقہ ہائے درس میں وہ لوگوں کو اسی بات پر سوچنے کی دعوت دیتے ہیں کہ آخر آج ہم کیوں ذلت و پستی کی گہرائیوں میں اترتے چلے جا رہے ہیں؟ وہ یاد دلاتے ہیں کہ:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

وہ اس غم میں خون کے آنسو روتے اور دوسروں کو رلاتے ہیں۔ ویسے بھی دل گداز اور طبیعت بریشم کی طرح نرم لے کر پیدا ہوئے ہیں۔

کس انسان نے دنیا میں کیا خدمت سرانجام دینی ہے، اس کا فیصلہ قدرت خود ہی کرتی ہے۔ اور پھر خود ہی قدرت کے مخفی ہاتھ اس انسان کو اس مقصد کے لئے تراشتے رہتے ہیں۔ اس وقت بھی اربابِ علم و ہنر مضامینِ نو کے تو انبار لگا رہے ہیں لیکن خلافت جیسے اہم موضوع پر قلم اٹھانے کی توفیق و خدمت اللہ تعالیٰ نے چودھری صاحب کو تفویض کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں چودھری صاحب نے "خلافت" کے ہر پہلو کا بہ نظرِ عمیق جائزہ لیا ہے ۔ نفسِ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے بعد ٹھوس دلائل پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف قیامِ خلافت میں ہے ۔ خلافت ہی امتِ مسلمہ کی فنا اور بقا کا مسئلہ ہے ۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ایک سال پہلے شائع ہوا ۔ آپ کی اس کوشش کو ہر حلقہ میں بہ نظرِ استحسان دیکھا گیا ۔ اب ہم تحریکِ خلافت کے اشاعتی ادارہ کی طرف سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کر رہے ہیں ۔ امید ہے اسے بھی عوامی اور دینی حلقوں میں پوری توجہ اور التفات کے ساتھ پڑھا جائے گا ۔

عابد محمود قریشی
نگران خلافت پبلیکیشنز

۱۹ راکتوبر ۱۹۹۲ء

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ وہ مؤمنین وصالحین کو خلافت کا حامل بنائے گا، مردم شماری کے مسلمانوں کے لیے نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

OUR OTHER PUBLICATIONS

IN ENGLISH

Title	Author	Price
Islam's Truth More Evident With The Passage of Time.	By Ch. Rahmat Ali	Rs. 15/-
Divine Guidance, Why ?	" "	Rs. 26/-
Woman's Plight	" "	Rs. 57/-

اردو میں

کتاب	مصنف	قیمت
○ اسباب زوال امت	رحمت علی	5.00 روپے
○ دارالسلام	رحمت علی	5.00 روپے
○ شہادت علی الناس - ہمارا فرض منصبی	رحمت علی	6.00 روپے
○ عصر حاضر کے مسلمان اور اسلام	رحمت علی	10.00 روپے
○ خلافت' ہمارے جملہ مسائل کا حل		
اعلیٰ ایڈیشن (نظرثانی شدہ).	رحمت علی	50.00 روپے
سستا ایڈیشن	رحمت علی	15.00 روپے

خلافت پبلیکیشنز' دارالرحمت' احمد منیر شہید روڈ- اچھرہ- لاہور
فون: 479168

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھٹکا ہوا ہے وہ جو نہیں دیتا اللہ کے راستہ میں وقت، دولت، شجاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
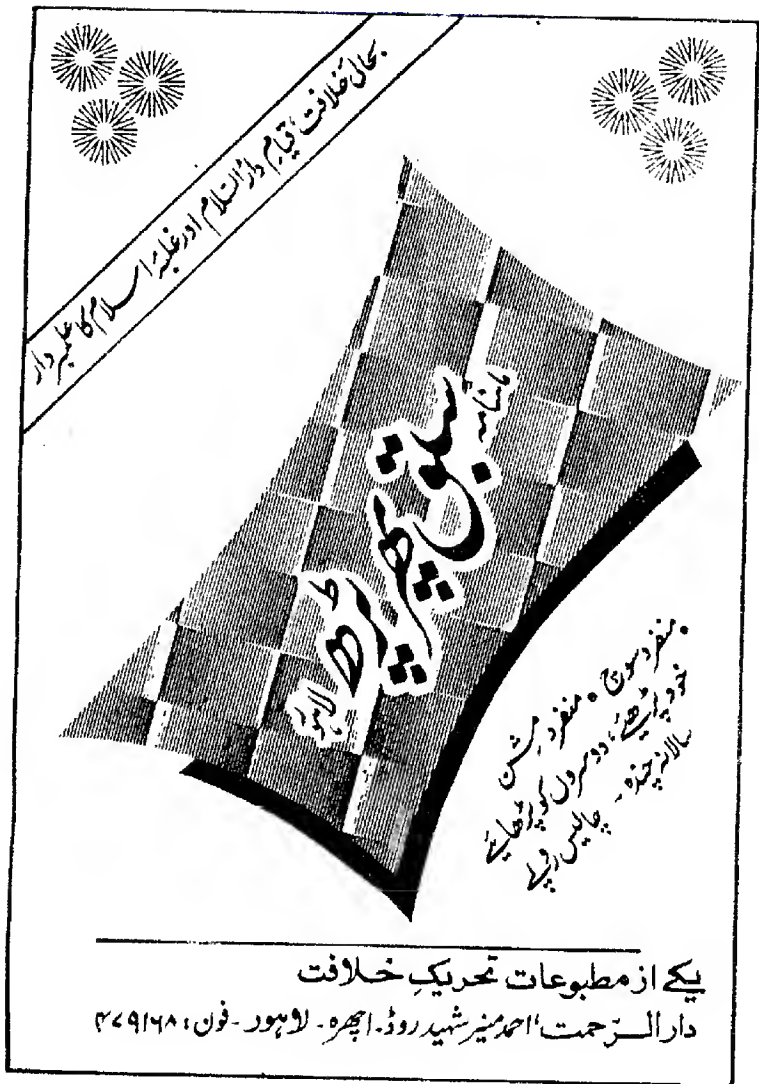
AN APPEAL
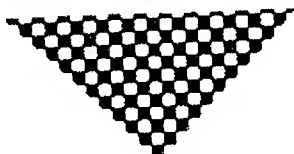
Dear brother in Islam, Assalam-o-Aliekum.

Have you ever pondered as to why after all down-trodding, misery, bloodshed, debt and insult is the lot of the present-day muslims-claiming themselves to be the representatives of Allah. Hundred times you think the only conclusion you may draw is that something serious has happened with us-something which we are not attending to.

We were supreme in the world till the system of Khilaft-e-Rashida was there and withered as the office of the Caliphate became weaker and weaker. In the absence of a single custodian for the entire Muslim World-The Caliphh-dozens of self-styled rulers cropped up just as numerous tribal heads were there in the Pre-Islamic Period. Favourite hobby of these tribal heads was to fight amongst themselves and so is the lot of the present-day Muslim rulers. The condition of the Ummah at that time was revolutionized by the Holy Prophet (peace be upon him) by seizing powers from numerous heads and placing the same in the hands of a Caliph. Our lot can only improve today, if following the footsteps of the Holy Prophet (peace be upon him) we do the same and revive the Caliphate.

We-very few have undertaken this gigantic task with whatsoever resources at our command. There is, however, no denying the fact that such a huge task can only be accomplished with the help of Allah. The angelic help (جنوداً لم تروها) does come but only when those desiring change pool their resources but still those resources prove inadequate. According to Quran (Annoor:55) and Hadiths Such a change has to come whether it goes to our credit or future generations. We-- the few humbles invite your attention to the call of Allah and beg your cooperation. The best cooperation by you can be strengthening our hands by joining the Movement. Another cooperation of a little lower order is your moral support. Still another form of cooperation can be financial (through a crossed cheque, account No. 5363-7, Habib Bank Ltd. Zaildar Road Ichhra, Lahore). May Allah help us all.

(Abid Mahmud Qureshi)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

AUTHOR'S ENGLISH PUBLICATIONS

1. ISLAM'S TRUTH MORE EVIDENT WITH THE PASSAGE OF TIME.

The book presents a real scientific, rational and above all an impartial analysis of many of those claims made by Muhammad (peace be upon him) some 1400 years back. At the time when these prophecies and challanges were being advanced there appeared no chances, even in the remote future, of their being fulfilled. It is, however, crystle clear now that what was being said by the Prophet (peace be upon him) was all true while that by opponents of Islam, all wrong, because the passage of time has proved it so.

2. DIVINE GUIDANCE, WHY?

Once born, a human - being has to spend his/her life tenure according to some law. What types of law and by whom is the subject- matter of this publication. The entire section before the section "Getting Rid Of God" has exclusively been reserved for concepts about godhoods as the same prevail in non-divine-guided societies. The section "Getting Rid Of God" is a sort of gist of first section in our own language and the section that follows this section throws light as to what we mean from Divine Guidance?

AVAILABLE FROM:

Islamic Publications (Pvt.) Ltd., 13-E, Shah-alam Market, Lahore.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

AN AWARDED BOOK

WOMAN'S PLIGHT

Taking "Woman" as a subject-matter of the book, comparison has been made between religion and non-religion. Chapters have been titled as;

* Woman as a Person
* Family Life and Inheritance
* Woman as a Child
* Woman as a Woman.
* Her Education
* Sex Mores
* Divorce
* Children of Divorce
* Purdah
* Polygamy and Polyandry
* Concubinage
* Prostitution
* Sex and Religion
* Family Planning etc.

By Ch. Rahmat Ali

The book enjoys the rare privilege of being recognized at the national level and its author has been awarded by the Prime Minister of Pakistan in a special ceremony held on 19th March, 1987 at Islamabad

AVAILABLE FROM:

Islamic Publications (Pvt.) Ltd.,12-E,Shah alam Market, Lahore.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئینِ کرام

ہم میں سے اکثر کے لئے یہ بات شاید ایک خبر سے کم نہ ہو کہ مغلوب مسلمان ، مومن نہیں ہوتا اور یہ بھی کہ امتِ مسلمہ آج بہ حیثیتِ مجموعی بہرحال مومن نہیں رہی ۔ قرآنِ کریم میں آیا " **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** " کہ غلبہ (اے مسلمانو) تمہارا ہو گا اگر تم مومن رہے ، چونکہ آج کی دنیا میں کفار و مشرکین سپر طاقتیں بن بیٹھے ہیں اور مسلمان ہیں کہ مغلوب ، کچھ امریکہ کی جھولی میں اور کچھ دوسرے روس کے دُم چھلہ ، لہٰذا ہماری نماز اور دوسرے مناسکِ عبادت کی تو کیا حیثیت ، ہم قرآنی تعلیمات کے مطابق سرے سے مومن ہی نہ رہے ۔ اللہ تعالیٰ تو مسلمانوں کو خیرِ امت کا لقب دے کر انہیں نہ صرف دنیا بھر کی رہنمائی پر متمکن کرتا ہے بلکہ یہ ان کا فرضِ منصبی قرار دیتا ہے کہ وہ دنیا والوں کو خیر یعنی قرآن و سنت کی دعوت دیں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مغلوب ایسی دعوت دے بھی سکتا ہے ؟ کیا ایسی صورت میں یہ غالب کی صوابدید پر منحصر نہیں ہو جاتا کہ وہ چاہے تو دعوت دینے کی اجازت دے اور چاہے تو فتنہ بن کر راستے کا پتھر بن جائے ؟ غور فرمائیں تو دعوت الی الخیر تبھی ممکن ہے جب اسلام دنیا میں بطور غالب قوت موجود ہو ۔ یہی وہ ضرورت ہے جسے پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کو جو آخری ہدف دیا گیا اور جس میں ہی ان کے رب کی خوشنودی ہے وہ یہ کہ " کافروں سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دینِ حق غالب ہو جائے " (الانفال : ۳۹)

تاہم جہاد ممکن ہی نہیں جب تک پوری امتِ مسلمہ کا ایک سربراہ یا خلیفہ نہ ہو جائے ورنہ سربراہان ہوں گے تو آپس میں ہی لڑتے رہیں گے ۔ پھر پوری مسلم دنیا کا ایک خلیفہ تبھی ممکن ہو سکتا ہے جب موجودہ تمام اسلامی ملکوں کو ملا کر ایک عظیم تر اسلامی مملکت یعنی " دار السلام " کو معرضِ وجود میں لایا جائے ورنہ ملک ایک نہ ہو تو ایک خلیفہ کیسے ؟ ہاں ! جس لمحے خلافت قائم ہو جائے گی اسی لمحے مسلمانوں کا ایسی سپر طاقت بن جانا یقینی ہے جس کا کوئی ہم پلہ نہ ہو گا کیونکہ اس صورت میں وہ ذات ان کی پشت پر ہو گی جس کا فرمانا یوں کہ " اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں (۳ : ۶۰)

تحریکِ تبلیغ بحالیٔ خلافت ، قیامِ " دار السلام " اور غلبۂ اسلام کا داعیہ لے کر اٹھی ہے ۔ یہ " کارِ عظیم " بہرحال عظیم جدوجہد کا متقاضی ہے ۔ تاہم باہمت ہاتھ میسر آ جائیں تو اتنا بھی مشکل نہیں ۔ یہ دست و بازو آپ ہی تو مہیا کر سکتے ہیں ۔

تحریکِ خلافت

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

OUR NEW ENGLISH BOOKS

1.	Woman's Plight by Ch. Rahmat Ali	P.B. Delux	45.00 57.00
2.	Polygamy in Islam		4.50
3.	History of Islam Vol. I		165.00
4.	The Meaning of Quran Vol. XV	P.B. Delux	58.00 76.00
5.	Hadrat Othman Ghani		60.00
6.	Reconstruction of Political Thought in Islam		51.00
7.	Essays on Islam by Justice Tanzil-ur-Rahman		66.00
8.	Organization of Government under the Holy Prophet (SAW)		96.00
9.	Building up of the Foundations of Faith		39.00
10.	The Lawful and the Prohibited in Islam		66.00
11.	Does Purdah Impede National Progress		4.50
12.	Banking and Islamic Law		16.50

ISLAMIC PUBLICATIONS (PRIVATE) LIMITED
13-E SHAH ALAM MARKET, LAHORE

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت کی جملہ مشکلات کا حل ــــ بحالیٔ خلافت

✤ آپ مغموم ہیں کہ امت مسلمہ :

... آج کی دنیا میں ذلیل و خوار ہے تو کیوں؟
... غلبۂ کفر سے سمجھوتہ کئے ہوئے ہے تو کیوں؟
... ایک وقت میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی گئی تو کیوں؟

✤ خیرِ امت مشکلات کا شکار ہوئی تو اس وقت جب :

... خلافتِ راشدہ کی بساط لپیٹ دی گئی
... پوری اسلامی دنیا کا سربراہ (خلیفہ) ایک نہ رہا۔ درجنوں سربراہان امت پر مسلّط ہو گئے۔
... مصنوعی لکیریں کھینچ کر اسلامی دنیا کو کئی خود مختار مملکتوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

✤ بنا بریں ہمارے جملہ مسائل کا حل بحالیٔ خلافت :

... مسئلۂ کشمیر کا حل ــــ بحالیٔ خلافت
... ہماری مغلوبیت اور ذلت و پستی کا حل ــــ بحالیٔ خلافت
... کفر کی بالادستی کا حل ــــ بحالیٔ خلافت
... خونِ مسلم کی ارزانی کا حل ــــ بحالیٔ خلافت

✤ لہٰذا جزوی اصلاحات کی بجائے آپ کے :

... وقت کا بہترین استعمال ــــ جدوجہد بحالی خلافہ
... انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ــــ جدوجہدِ بحالیٔ خلافت
... جسم و جاں کھپا دینے کا بہترین ذریعہ ــــ جدوجہدِ بحالیٔ خلافت

الداعی اِلی الخیر:

✤ تحریکِ خلافت، احمد منیر شہید روڈ اچھرہ لاہور۔ فون: 479168

04734

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قیامِ خلافت
ایک فرض
میرا
آپ کا
پوری اُمت کا
تحریکِ خلافت میں شامل ہو کر اس فرض کو بجا لائیے۔
دُعا ہے
اللہ ہمیں احساس و اخلاص سے نوازے
ہماری محنتوں میں برکت ڈالے
روزِ محشر سرخرو کرے
مرکزی تبلیغ اکیڈمی
دار الرحمت - احمد منیر شہید روڈ، اچھرہ، لاہور
PHONE No. 479168